ضعیف حدیثوں سے شرعی احکام کے ثبوت کا بیان

احادیث ضعیف اور احکام فقہیہ

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلی حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا)
(سورہ حشر : آیت ۷)

الاحکام الصحیحۃ للاحادیث الضعیفۃ

احادیث ضعیفہ اور احکام فقہیہ

تحریر
طارق انور مصباحی

ناشر
اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

نام رسالہ: احادیث ضعیفہ اور احکام فقہیہ

تحریر: طارق انور مصباحی

اشاعت: صفر المظفر ۱۴۴۶ھ

اگست ۲۰۲۴ء

صفحات: ایک سو پچاس (۱۵۰)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ **7**

ائمہ مجتہدین اور احتیاط فی الدین 7

باب اول **9**

احادیث ضعیفہ سے استنباط مسائل کا الزام غلط و باطل 9

امام اعظم ابوحنیفہ سے دلائل منقول نہیں 15

مسائل فقہیہ کے لیے مجلس شوریٰ کا انعقاد 16

ائمہ مجتہدین بارگاہ رسالت میں 19

مستخرجین اور استخراج احادیث فقہیہ 21

صحیح البہاری (از: علامہ ظفرالدین بہاری) 24

باب دوم **25**

احادیث و آثار سے استنباط مسائل 25

حدیث ضعیف اور علمائے امت کا عمل 27

احادیث ضعیفہ سے احکام کا ثبوت 32

بوقت احتیاط حدیث ضعیف پر عمل 33

حدیث ضعیف پر عمل کی شرط 33

علمائے امت کا عمل بالحدیث دافع ضعف 34

ضعیف حدیث پر عمل کا ثبوت 36

حدیث ضعیف سے ثواب کا ثبوت	38
بندوں کا اعتقاد اور رب تعالیٰ کی عطا	40
حدیث ضعیف سے استحباب وکراہت تنزیہی کا ثبوت	42
حدیث ضعیف سے فقہی احکام کا ثبوت	45
حدیث ضعیف سے کراہت تنزیہی کا ثبوت	49
حدیث ضعیف سے استحباب کا ثبوت	50
حدیث ضعیف سے سنت کا ثبوت	52
کیا ضعیف حدیث سے سنت کا ثبوت ہوتا ہے؟	53
حدیث ضعیف سے اباحت کی تائید	55
اچھی نیت سے جائز امر کا مستحب ہونا	55
حدیث کے ضعف وصحت میں اختلاف	57
حدیث ضعیف کا ضعف یقینی نہیں	58
حدیث ضعیف پر عدم عمل اور اس کا وبال	60
احادیث ضعیفہ اور اہل کشف	64
تجربات اور احادیث ضعیفہ	66
قطعی کا ترک اور ضعیف حدیث پر عمل	70
ضعیف حدیث سے صحیح حدیث کی منسوخی	71
باب سوم	**73**
ترک حدیث کے اسباب وعوامل	73

فصل اول **73**

حدیث کی صحت حدیثی عمل کے لیے کافی نہیں 73

فصل دوم **76**

ترک حدیث کے اسباب وعلل 76

فصل سوم **79**

عمل بالحدیث کے شرائط اور منازل اربعہ 79

عمل بالحدیث کے لیے چار منازل کی تکمیل لازم 81

امام بخاری اور اجتہاد 91

تصحیح حدیث کے مراحل 93

مجدد الف ثانی اور مسئلہ قراءت خلف الامام 95

باب چہارم **96**

فقہا و محدثین اور حدیثی قوانین 96

مجہول الحال اور مستور الحال 96

اصول فقہ میں راوی مجہول کے احکام 98

عہد امام اعظم ابوحنیفہ کے مخصوص احکام 100

باب پنجم **103**

حدیث حسن لغیرہ: تعریف وتشریح 103

دس اسباب طعن کا بیان 103

حدیث حسن لغیرہ کی تعریف وتوضیح 106

باب ششم	**111**
حدیث شدید الضعف کی تشریح وحکم	111
ناقابل انجبار احادیث ضعیفہ	111
حدیث ضعیف کی قسمیں	115
فضائل اعمال اور ضعیف احادیث	116
امام عسقلانی کا قول مختلف فیہ	118
باب ہفتم	**128**
حدیث کے موضوع ہونے کے اسباب	128
موضوع سے متعلق مذہب اول	129
موضوع سے متعلق مذہب دوم	132
موضوع سے متعلق مذہب سوم	134
موضوع سے متعلق مذاہب ثلاثہ کا خلاصہ	135
موضوع اور ضعیف میں خاص سند کا اعتبار	135
حدیث موضوع کا مفہوم ومعنی	141
مذہب محدثین ومسلک فقہائے دین	142
حدیث موضوع پر عدم عمل کا معنی	142
خاتمہ	**144**
رسالہ کے مآخذ ومراجع	144

مقدمہ

باسمہٖ تعالیٰ وبحمدہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ الاعلیٰ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

ائمہ مجتہدین اور احتیاط فی الدین

غیر مقلدین حضرات مجتہدین اربعہ علیہم الرحمۃ والرضوان پر الزام عائد کرتے ہیں کہ ان نفوس قدسیہ نے ضعیف حدیثوں سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔یہ سلفیوں کا بہتان ہے۔

اگر ائمہ مجتہدین کو کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو وہ اس کا جواب نہ دیتے اور (لَا اَدْرِیْ) فرماتے اور جو احکام بیان فرماتے ،وہ انتہائی تحقیق وتدقیق کے بعد بیان فرماتے ۔اس قدر احتیاط کرنے والے حضرات مجتہدین کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کو تنقید کا نشانہ بنانا بدبختی کی علامت ونشانی ہے۔اس میں جو مبتلا ہوگا،اس کا قلب سیاہ اور آخرت تباہ وبرباد ہوگی۔

(1)(قال الهَيْثَم بن جميل:سمعت مالكًا–سُئِلَ عن ثمان واربعين مسئلة فاجاب فى اثنتين وثلاثين منها:(لا ادرى)

(سیراعلام النبلاء:جلد ہشتم:ص 77)

ترجمہ:حافظ ہیثم بن جمیل بغدادی (م ۲۱۳ھ) نے بیان کیا: میں نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا،ان سے اڑتالیس (۴۸) مسائل پوچھے گئے،پس انہوں نے بتیس (۳۲) مسائل میں فرمایا: مجھے معلوم نہیں۔

(2)(عن خالد بن خداش قال:قدمت على مالك باربعين مسئلة فما اجابنى منها الا فى خمس مسائل) (سیراعلام النبلاء:جلد ہشتم:ص 77)

ترجمہ:حضرت ابوالہیثم خالد بن خداش مہلبی بصری بغدادی (م ۲۲۴ھ) نے بیان کیا: میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چالیس مسئلہ لے کر آیا تو انہوں نے صرف پانچ مسائل میں مجھے جواب دیا۔

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بعض مسائل کے جواب میں ''لا ادری'' وارد ہوا۔ جب حضرات ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان اس قدر احتیاط کی راہ پر ہیں تو پھر ان کے مستنبط مسائل کے بارے میں اعتراض کرنا ایک لغو حرکت ہے۔عنداللہ جو حق ہے، وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو معلوم ہے اور مجتہدین کو اپنے ظن غالب پر عمل کا حکم ہے۔

(3)(عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ:دَخَلْنَا عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ-قَالَ:یَا اَیُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَیْئًا فَلْیَقُلْ بِهٖ وَمَنْ لَمْ یَعْلَمْ فَلْیَقُلْ اَللّٰهُ اَعْلَمُ-فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ یَقُوْلَ لِمَا لَا یَعْلَمُ،اَللّٰهُ اَعْلَمُ)(صحیح البخاری: جلد دوم: کتاب التفسیر سورۃ ص)

ترجمہ: حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا:اے لوگو! جو آدمی کسی چیز کو جانتا ہو تو اسے کہے اور جو چیز نہ جانتا ہو تو کہے:(اَللّٰهُ اَعْلَمُ)، اس لیے کہ علم میں سے یہ ہے کہ جسے نہیں جانتا ہو،اس کے بارے میں کہے:(اَللّٰهُ اَعْلَمُ)

(4)(عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ:اِنَّ الَّذِیْ یُفْتِیْ النَّاسَ فِیْ کُلِّ مَا یُسْتَفْتٰی لَمَجْنُوْنٌ)(سنن الدارمی: جلد اول:ص73-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو ہر دریافت کیے گئے سوال کے بارے میں لوگوں کو جواب دیتا ہو،ضرور پاگل ہے۔

(5)(عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ:لَا اَدْرِیْ نِصْفُ الْعِلْمِ)(سنن الدارمی: جلد اول:ص74)

ترجمہ: حضرت امام عامر بن شراحیل شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(م۱۰۵ھ) نے فرمایا:

(لَا اَدْرِیْ) نصف علم ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

یکم:صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۷:اگست ۲۰۲۴ء=بروز:چہارشنبہ

باب اول

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

احادیث ضعیفہ سے استنباط مسائل کا الزام غلط و باطل

عہد حاضر کے غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جن احادیث طیبہ سے مسائل فقہیہ کا استنباط واستخراج کیا ہے، وہ احادیث ضعیف ہیں اور اگر وہ حدیثیں ضعیف نہ بھی ہوں تو غیر مقلدین ان حدیثوں کو کسی نہ کسی طرح ضعیف قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔محدث وہابیہ ناصر الدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) کی علمی خیانتوں کا تذکرہ ہماری کتاب ''سلفیوں کے اسلاف وائمہ'' میں مرقوم ہے۔

حضرات ائمہ اربعہ علیہم الرحمۃ والرضوان میں سے ہر ایک امام المحدثین ہیں۔مقام تفصیل میں تفصیل مرقوم ہے۔بھلا جن کو قرآن مقدس واحادیث طیبہ کا علم نہ ہو، وہ مجتہد کیسے ہو سکتے ہیں۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے محدث اعظم تھے اور اس عہد میں کوفہ اسلامی علوم وفنون کا مرکز تھا۔حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام المحدثین ہیں۔یہی حال حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح عظیم محدث ان کے بعد روئے زمین پر پیدا نہ ہوا۔ان کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔بعد کے اکابر محدثین اسلام ان کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف مسائل لکھوائے۔وہ دلائل نہ لکھوائے، پھر بارہ سو سال بعد سلفیوں کو کیسے معلوم ہو گیا کہ انہوں نے کس حدیث سے کون سا مسئلہ بیان فرمایا۔ممکن ہے کہ جو حدیث آج ضعیف ہے، وہ حدیث ان کو صحیح سند سے موصول ہوئی ہو، یا پھر کسی دوسری حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہو جو آج موجود نہ ہو۔احادیث مقدسہ کی تعداد دس لاکھ سے زائد تھی۔ہمارے رسالہ: ''تعداد احادیث: دس

لاکھ" میں تفصیل مرقوم ہے۔عہد حاضر میں بمشکل پچاس ہزار حدیثیں دستیاب ہیں۔

(1) حافظ ابوبکر خطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) نے رقم فرمایا:(عن ابن کرامة قال: کنا عند وکیع یومًا-فقال رجل:اخطأ ابو حنیفة-فقال وکیع: کیف یقدر ابو حنیفة یخطیء ومعه مثل ابی یوسف وزفر فی قیاسهما-ومثل یحیی بن ابی زائدة وحفص بن غیاث وحبان ومندل فی حفظهم الحدیث-والقاسم بن معن فی معرفة اللغة العربیة-وداؤد الطائی وفضیل بن عیاض فی زهدهما وورعهما-من کان هؤلاء جلسائه،لم یکد یخطیء-لانه ان اخطأ،رَدُّوْہ) (تاریخ بغداد: جلد چہاردہم:ص 247- دارالفکر بیروت)

ترجمہ:محدث محمد بن عثمان بن کرامہ:ابوجعفر عجلی کوفی (م ۲۶۵ھ) نے بیان کیا:ایک دن ہم محدث وکیع بن جراح (۱۲۸ھ-۱۹۶ھ) کے پاس تھے،پس ایک آدمی نے کہا:ابوحنیفہ نے خطا کی تو محدث وکیع بن جراح نے فرمایا:امام ابوحنیفہ کیسے خطا کر سکتے ہیں،حالاں کہ ان کے ساتھ قیاس میں امام ابویوسف (۱۱۳ھ-۱۸۲ھ) اور امام زفر بن ہذیل (۱۱۰ھ-۱۵۸ھ) جیسے (ماہر) ہیں اور حفظ حدیث میں حافظ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کوفی (م ۱۸۲ھ)،حافظ حفص بن غیاث کوفی نخعی (م ۱۹۴ھ)،محدث حبان بن علی کوفی (م ۱۷۲ھ) اور محدث مندل (عمرو بن علی کوفی (۱۰۳ھ-۱۶۷ھ) جیسے (محدثین) ہیں ورلغت عربیہ کی معرفت میں حافظ قاسم بن معن (م ۱۷۵ھ) ہیں اور زہد وورع میں داؤد طائی (م ۱۶۵ھ) وحافظ فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ) ہیں۔یہ حضرات جن کے ہم نشیں ہوں،وہ خطا نہیں کر سکتے،اس لیے کہ اگر وہ خطا کریں گے تو یہ حضرات انہیں واپس پھیر دیں گے۔

(2) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے رقم فرمایا:(وایاک ان تبادر الٰی تضعیف شیء من ادلة مذهب الامام ابی حنیفة الا بعد ان تطالع مسانیده الثلاثة) (میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلد اول:ص 70)

ترجمہ: تم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تینوں مسانید کے مطالعہ سے پہلے ان کے مذہب کے دلائل میں سے کسی دلیل کی تضعیف کی طرف جلد بازی کرنے سے بچو۔

(3) امام شعرانی نے تحریر فرمایا: (**قد مَنَّ اللّٰہ تعالیٰ عَلَیَّ بمطالعة مسانید الامام ابی حنیفة الثلاثة من نسخة صحیحة، علیها خطوط الحفاظ، اٰخرهم الحافظ الدمیاطی-فرأیته لا یروی حدیثًا الا عن خیار التا بعین العدول الثقة الذین هم من خیرالقرون بشهادة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کالاسود وعلقمة وعطاء وعکرمة ومجاهد ومکحول والحسن البصری واضرابهم رضی اللّٰه عنهم اجمعین فکل الرواة الذین هم بینه وبین رسول اللّٰہ صلی اللّٰه علیه وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیهم کذاب ولا متهم بکذب-وناهیک یااخی بعدالة من ارتضاهم الامام ابوحنیفة رضی اللّٰہ عنه لان یاخذ عنهم احکام دینه مع شدة تورعه وتحرزه وشفقته علی الامة المحمدیة-وقد بلغنا انه سئل یومًا عن الاسود وعطاء وعلقمة-ایهم افضل؟فقال: واللّٰه ما نحن باهل ان نذکرهم فکیف نفاضل بینهم**)

(میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلداول: ص68)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تینوں مسانید کے صحیح نسخوں کے مطالعہ کے ذریعہ مجھ پر احسان فرمایا۔ ان نسخوں پر (جمع کرنے والے) حفاظ حدیث کی تحریریں ہیں۔ ان میں آخر حافظ دمیاطی ہیں، پس میں نے حضرت امام اعظم کو دیکھا کہ وہ ہر حدیث ثقہ، عادل، اخیار تابعین سے روایت کرتے ہیں جو حضرات حضور اقدس عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت سے خیر القرون سے ہیں جیسے حضرت اسود، حضرت علقمہ، محدث عطاء بن ابی رباح، حضرت عکرمہ، حضرت مجاہد، محدث مکحول، امام حسن بصری اور ان کے امثال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، پس تمام روات جو امام

ابوحنیفہ اور حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہیں، وہ عادل، ثقہ، عالم، نیک ہیں۔ان میں کوئی کاذب یا جھوٹ سے متہم نہیں ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ اپنے تقویٰ، احتیاط اور امت محمدیہ پر اپنی شفقت کے باوجود جن سے اپنے دین کے احکام لینے کے لیے راضی ہوئے، ان کی عدالت تیرے لیے کافی ہے(یعنی حضرت امام اعظم کا ان کی روایات سے استنباط مسائل کرنا ان راویوں کی عدالت کے لیے کافی ہے)

اور مجھے خبر پہنچی کہ ایک دن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے حضرت اسود، محدث عطا بن ابی رباح اور حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں دریافت کیا گیا، ان میں کون افضل ہیں؟ پس آپ نے فرمایا: قسم بخدا! ہم اس لائق نہیں ہیں کہ ان کا تذکرہ کریں، پھر ہم ان کے درمیان تفضیل کیسے کر سکتے ہیں۔

(4)امام شعرانی نے رقم فرمایا:(اعلم یا اخی!اننی طالعت بحمد اللّٰہ تعالٰی ادلة المذاهب الاربعة وغیرها لا سیما ادلة مذهب الامام ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنه-فانی خصصته بمزید اعتناء وطالعت علیه کتاب تخریج احادیث کتاب الهدایة للحافظ الزیلعی وغیره من کتب الشروح-فرأیت ادلته رضی اللّٰہ عنه وادلة اصحابه ما بین صحیح اوحسن اوضعیف کثرت طرقه حتّٰی لحق بالحسن اوالصحیح فی صحة الاحتجاج به من ثلاثة طرق او اکثر الٰی عشرة-وقد احتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارةً وبالحسن اخرٰی ....فبتقدیر وجود ضعف فی بعض ادلة اقوال الامام ابی حنیفة واقوال اصحابه فلا خصوصیة له فی ذلک-بل الائمة کلهم یشارکونه فی ذلک.

ولا لوم الا علٰی من یستدل بحدیث واهٍ بمرةٍ جاء من طریق واحدة وهذا لا یکاد احد یجده فی ادلة احد من المجتهدین-فما منهم احد

استدل بضعیف الا بشرط مجیئه من عدة طرق-وقد قدمنا انی لم اُجِبْ عن الامام ابی حنیفة وغیره بالصدر وحسن الظن کما یفعل ذلک غیری -وانما اُجِیْبُ عنه بعد التتبع والفحص عن ادلة اقواله واقوال اصحابه-و کتابی المسمّٰی ب "المنهج المبین فی بیان ادلة مذاهب المجتهدین" کافل بذلک) (میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلداول:ص68)

ترجمہ: اے میرے بھائی! جان لو کہ بحمدہ تعالیٰ میں نے مذاہب اربعہ اوران کے علاوہ مذاہب کے دلائل کا مطالعہ کیا، خاص کر حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب کے دلائل کا مطالعہ کیا اور میں نے اس میں خاص کر زیادہ توجہ کی اوراس بارے میں امام حافظ زیلعی حنفی (م۷۴۳ھ) کی تخریج احادیث ہدایہ (نصب الرایہ) اوراس کے علاوہ شروح کا مطالعہ کیا۔

پس میں نے حضرت امام ابوحنیفہ اوراس کے اصحاب کے دلائل کو صحیح یا حسن یا کثیر الاسانید ضعیف حدیث کے درمیان پایا، یہاں تک کہ وہ ضعیف حدیث اس سے استدلال کے صحیح ہونے کے باب میں حدیث حسن یا حدیث صحیح سے ملحق ہوگئی ہو، تین سندوں سے یا اس سے زیادہ سندوں سے، یہاں تک کہ دس سندوں سے (یعنی وہ ضعیف حدیثیں کم ازکم تین سندوں سے مروی ہیں اور بعض تین سے زائد سندوں سے مروی ہیں یہاں تک کہ بعض مستدل بہ ضعیف حدیثیں دس سندوں سے مروی ہیں)

اور جمہور محدثین نے حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے، جب اس کی سندیں کثیر ہوں اوراسے کبھی صحیح سے ملحق کرتے ہیں اور کبھی حسن سے ملحق کرتے ہیں، پس حضرت امام ابوحنیفہ کے اقوال اوران کے اصحاب کے اقوال کے بعض دلائل میں ضعف پائے جانے کی تقدیر پراس بارے میں ان کی کوئی تخصیص نہیں ہے، بلکہ تمام ائمہ مجتہدین اس بارے میں ان کے شریک ہیں اور ملامت صرف اس پر ہے جو شدید ضعیف حدیث سے استدلال کرے جو ایک سند سے مروی ہو، اور مجتہدین میں سے کسی مجتہد کی دلیلوں میں ایسی حدیث کو کوئی نہ پا

سکے گا، پس مجتہدین میں سے جوکوئی ہیں، انہوں نے حدیث ضعیف سے اس کے متعدد اسناد سے مروی ہونے کی شرط ہی کے ساتھ استدلال کیا۔

اور ہم نے تجھے پہلے بتادیا کہ ہم نے حضرت امام ابوحنیفہ اوران کے علاوہ مجتہدین کے بارے میں دل سے (اختراعاً) اورحسن ظن سے جواب نہیں دیا، جیسا کہ میرے علاوہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اور میں ان کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ کے اوران کے اصحاب کے اقوال کے دلائل کے تتبع اور تحقیق کے بعد ہی جواب دیتا ہوں اور ''المنہج المبین فی بیان ادلۃ مذاہب المجتہدین'' کے نام سے موسوم میری کتاب اس کے لیے ضامن ہے۔

منقولہ بالاعبارت میں (وَاهٍ بِمَرَّةٍ) کا لفظ وارد ہے۔ یہ لفظ محدثین کے یہاں جرح کے الفاظ میں سے ہے۔ یہ درجہ سافل سے جرح کے درجہ ثالث کی اصطلاح ہے۔ (تدریب الراوی للسیوطی: جلد دوم:ص586-فتح المغیث للسخاوی: جلداول:ص398)

(5) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی نے تحریر فرمایا: (**وقد تتبعت بحمد اللّٰہ تعالٰی اقواله واقوال اصحابه لَمَّا اَلَّفْتُ کتاب ادلة المذاهب-فلم اجد قَوْلًا من اقواله او اقوال اتباعه الا وهو مستند الٰی اٰیة اوحدیث او اثراوالٰی مفهوم ذلک او حدیث ضعیف کثرت طرقه اوالٰی قیاس صحیح علٰی اصل صحیح-فمن اراد الوقوف علٰی ذلک فلیطالع کتابی المذکور-و بالجملة فقد ثبت تعظیم الائمة المجتهدین کما تقدم عن الامام مالک والامام الشافعی-فلا التفات الٰی قول غیرهم فی حقه وفی حق اتباعه**)

(میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلداول:ص64)

ترجمہ: بحمدہ تعالیٰ میں نے حضرت امام اعظم اوران کے اصحاب کے اقوال کا تتبع کیا، جب میں نے مذاہب کے دلائل کی کتاب (المنہج المبین) تالیف کی، پس میں نے حضرت امام اعظم اوران کے متبعین کے اقوال میں سے ہرقول کوکسی آیت یا حدیث یا اثر یا اس کے

مفہوم یا کثیر الاسنادحدیث ضعیف یا کسی اصل صحیح پر صحیح قیاس کی طرف منسوب پایا۔

پس جو واقف ہونے کا ارادہ کرے تو میری مذکورہ کتاب کا مطالعہ کرے۔حاصل کلام (حضرت مام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں) حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعظیم وتکریم ثابت ہوچکی ہے ،جیسا کہ حضرت امام مالک وحضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے گزرا،پس حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے متبعین کے بارے میں ان ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان کے علاوہ کا کلام قابل توجہ نہیں ہے۔

جواجتہاد کی منزل تک پہنچا ہی نہیں،وہ کسی مجتہد سے متعلق صحیح رائے زنی کہاں سے کرسکے گا؟مشہورمقولہ ہے:''ولی راولی می شناسد''۔ ع/ دیدۂ کورکوکیا آئے نظر،کیا دیکھے

امام اعظم ابوحنیفہ سے دلائل منقول نہیں

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**انما المنقول عن الامام المسائل دون الدلائل-واجتهد الاصحاب فاستخرجوا لها دلائل-كل حسب مبلغ علمه ومنتهى فهمه ولم يدركوا شاوه ولا معشاره ولربما لم يلحقوا غباره-فان قلتم فقولوا:اطلعوا على دليل قول الامام ولا تقولوا علٰى دليل الامام-ورحم اللّٰه سيدى ط اذ قال فى قضاء حواشى الدر:قد يظهر قوة قوله(اى لاهل النظر فى قول خلاف قول الامام)بحسب ادراكه ويكون الواقع بخلافه-او بحسب دليل ويكون لصاحب المذهب دليل اٰخر لم يطلع عليه**) (فتاویٰ رضویہ:جلداول:ص143-144-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ:امام سے صرف مسائل منقول ہیں،دلائل منقول نہیں۔اصحاب فقہ نے اجتہاد کر کے ان مسائل کی دلیلوں کا استخراج کیا۔ ہرایک نے اپنے مبلغ علم اورمنتہائے فہم کے

اعتبار سے دلائل کا استخراج کیا اور یہ حضرات امام کی منزل کو نہ پاسکے، نہ ان کے دسویں حصے تک پہنچ سکے اور زیادہ تر یہ ہے کہ یہ حضرات ان کی گرد پا کو بھی نہ پاسکے، پس اگر آپ کو کہنا ہے تو یہ کہیں کہ اصحاب فقہ ’’قول امام کی دلیل‘‘ سے آگاہ ہوئے۔ یہ نہ کہیں کہ ’’امام کی دلیل‘‘ سے آگاہ ہوئے۔

سیدی طحطاوی پر خدا کی رحمت ہو، وہ حواشی درمختار کتاب القضا میں رقم طراز ہیں:

قول امام کے خلاف کسی قول میں اہل نظر کو کبھی قوت نظر آتی ہے، یہ اس صاحب نظر کے علم وادراک کے لحاظ سے ہوتا ہے اور واقع میں اس کے برخلاف ہوتا ہے، یا کسی ایک دلیل کے لحاظ سے اسے ایسا معلوم ہوتا ہے، جب کہ صاحب مذہب کے پاس کوئی اور دلیل ہوتی ہے جس سے یہ آگاہ نہیں۔

حاشیہ میں ہے: ’’امام سے مسائل منقول ہیں، دلائل مشائخ نے استنباط کیے ہیں۔ ان کا ضعف اگر ثابت بھی ہو تو قول امام کا ضعف لازم آنا درکنار، دلیل امام کا بھی ضعف ثابت نہیں ہوتا۔ ممکن کہ امام نے اور دلیل سے فرمایا ہو‘‘۔ (حاشیہ فتاویٰ رضویہ: جلد اول: ص143)

مسائل فقہیہ کے لیے مجلس شوریٰ کا انعقاد

(1) امام شعرانی شافعی نے رقم فرمایا: (**قال صاحب الفتاوی السراجیة: قد اتفق لابی حنیفة من الاصحا ب ما لم یتفق لغیره–وقد وضع مذهبه شوریٰ ولم یستبد بوضع المسائل–وانما کان یلقیها علیٰ اصحابه مسئلة مسئلة فیعرف ما کان عندهم ویقول ما عنده–ویناظرهم حتّٰی یستقر احد القولین فیثبته ابو یوسف حتّٰی اثبت الاصول کلها–وقد ادرک بفهمه ما عجزت عنه اصحاب القرائح**) (میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلد اول: ص59)

ترجمہ: صاحب فتاویٰ سراجیہ علی اَوْشی (م ۵۷۵ھ) نے فرمایا: حضرت امام ابوحنیفہ

کے اتنے تلامذہ ہوئے کہ ان کے علاوہ مجتہدین کے نہ ہوئے اور انہوں نے اپنے مذہب کو مشاورت کے طریقے پر وضع کیا اور مسائل کی وضع میں اپنے آپ کو راجح نہ سمجھے اور اپنے اصحاب کے سامنے ایک ایک مسئلہ پیش کرتے، پس اس کی جانکاری لیتے جو ان تلامذہ کے پاس ہوتا اور وہ بیان کرتے جو ان کے پاس ہوتا اور ان سے مناظرہ فرماتے، یہاں تک کہ دو قول میں سے ایک مستقر ہو جاتا، پس امام ابو یوسف اسے لکھ لیتے، یہاں تک کہ تمام اصول (اسی طرح) لکھے گئے اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فہم و فراست سے وہ پالیا کہ (اجتہاد کا) ملکہ راسخہ والے اس سے عاجز رہ گئے۔

(2) علامہ سید ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے رقم فرمایا: (**نقل عن مسند الخوارزمی ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه-اجلهم وافضلهم اربعون قد بلغوا حد الاجتهاد-فَقَرَّبَ بهم وَاَدْنَاهُمْ وقال لهم-انی اَلْجَمْتُ هذا الفقه واَسْرَجْتُه لکم فاعینونی-فان الناس قد جعلونی جسرًا علی النار-فان المنتهٰی لغیری واللعب علٰی ظهری-فکان اذاوقعت واقعة شاورهم وناظرهم وجاورهم وسألهم فیسمع ما عندهم من الاخبار والأثار ویقول ما عنده-ویناظرهم شهرًا اواکثر حتّٰی یستقر اٰخر الاقوال فیثبته ابو یوسف-حتّٰی اثبت الاصول علٰی هذا المنهاج شورٰی-لا انه تفرد بذلک کغیره من الائمة**) (ردالمحتار: جلداول: ص72)

ترجمہ: امام محمد بن محمود خوارزمی (م۶۷۵ھ) کی جامع مسانید ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے ایک ہزار تلامذہ جمع ہوئے۔ ان میں سے چالیس بزرگ تر اور افضل تھے۔ وہ حد اجتہاد فی المذہب تک پہنچ چکے تھے، پس انہیں اپنے قریب کیا اور انہیں کہا کہ میں نے اس فقہ کو لگام لگایا ہے اور تمہارے لیے اس پر زین ڈالا ہے، پس تم لوگ میری مدد کرو، اس لیے کہ لوگوں نے ہمیں جہنم کے اوپر پل بنادیا

ہے تو پہنچنا میرے غیر (یعنی اللہ تعالیٰ) تک ہے اور چلنا میری پیٹھ پر ہے۔

پس جب کوئی واقعہ پیش آتا تو ان سے مناظرہ کرتے اور ان کو قریب میں رکھتے اور ان سے سوال کرتے تو ان احادیث وآثار کو سنتے جو ان کے تلامذہ کے پاس ہوتی اور وہ بیان کرتے جو ان کے پاس ہوتی اور ان تلامذہ سے (کبھی ایک مسئلہ میں) ایک مہینہ یا اس سے زیادہ دن مناظرہ کرتے، یہاں تک کہ آخری قول مستقر ہو جاتا، پس امام ابو یوسف اسے لکھ لیتے، یہاں تک کہ تمام مسائل اسی طریقے پر بطریق مشاورت لکھے گئے۔ایسا نہیں ہے کہ وہ (امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان) دیگر ائمہ مجتہدین کی طرح ان مسائل میں منفرد ہوئے۔

(3) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی نے رقم فرمایا: (**وکان یقول: لا ینبغی لاحد ان یقول قولاً حتّٰی یعلم ان شریعة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تقبله-وکان یجمع العلماء فی کل مسئلة لم یجدها صریحةً فی الکتاب والسنة ویعمل بما یتفقون علیه فیها-وکذلک کان یفعل اذا استنبط حکمًا فلا یکتبه حتّٰی یجمع علیه علماء عصره-فان رضوه،قال لابی یوسف: اکتبه-رضی اللّٰه عنه-فمن کان علٰی هذا القدم من اتباع السنة،کیف یجوز نسبته الی الرأی-معاذ اللّٰه ان یقع فی مثل ذلک عاقل**)

(میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلد اول: ص 59)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ کسی کے لیے کوئی قول کرنا مناسب نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ جان لے کہ حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت اسے قبول کرتی ہے اور ہر اس مسئلے میں علما کو جمع فرماتے جس مسئلے کو قرآن وحدیث میں صراحتاً نہ پاتے اور اس صورت پر عمل فرماتے، علما اس بارے میں جس صورت پر متفق ہو جاتے اور ایسا ہی کرتے جب کسی حکم کا استنباط کرتے، پس اسے نہیں لکھتے یہاں تک کہ اپنے زمانے کے علما کو اس پر جمع کر لیتے، پس اگر وہ علما اس سے راضی ہوتے تو

امام ابو یوسف سے فرماتے: اسے لکھ لو، پس جو اتباع سنت میں اس طریقے پر ہو، اس کو رائے کی طرف منسوب کرنا کیسے جائز ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس سے کہ کوئی عقل مند اس میں مبتلا ہو۔

ائمہ مجتہدین بارگاہ رسالت میں

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی نے رقم فرمایا: (سمعت عليًّا الخواص رحمه اللّٰه تعالٰى يقول: انما اَيَّدَ ائمة المذاهب مذاهبهم بالمشى علٰى قواعد الحقيقة مع الشريعة اعلامًا لاتباعهم بانهم كانوا علماء بالطريقين -وكان يقول: لايصح خروج قول من اقوال الائمة المجتهدين عن الشريعة ابدًا عند اهل الكشف قاطبةً-وكيف يصح خروجهم عن الشريعة مع اطلاعهم علٰى مواد اقوالهم من الكتاب والسنة واقوال الصحابة ومع الكشف الصحيح ومع اجماع روح احد هم بروح رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وسوالهم عن كل شىء توقفوا فيه من الادلة-هل هذا من قولك يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ام لا؟ يَقْظَةً ومشافهةً بالشروط المعروفة بين اهل الكشف وكذلك كانوا يسألونه صلى اللّٰه عليه وسلم عن كل شىء فهموه من الكتاب والسنة قبل ان يدونوه فى كتبهم ويدونوا للّٰه تعالٰى به-ويقولون يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم-قد فهمنا كذا من اٰية كذا وفهمنا كذا من قولك فى الحديث الفلانى كذا-فهل ترتضيه ام لا؟ ويعلمون بمقتضٰى قوله واشارته صلى اللّٰه عليه وسلم.

ومن توقف فيما ذكرناه من كشف الائمة المجتهدين ومن اجتماعهم برسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من حيث الارواح-قلنا له: هذا من جملة كرامات الاولياء بيقين-وان لم تكن الائمة المجتهدين اولياء-فما

علیٰ وجه الارض ولی ابدًا–وقد اشتهرعن کثیر من الاولیاء الذین هم دون الائمة المجتهدین فی المقام بیقین–انهم کانوا یجتمعون برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کثیرًا ویصدقهم اهل عصرهم علیٰ ذلک)

(میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلد اول: ص 44-مصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ: میں نے حضرت علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کوفرماتے سنا کہ ائمہ مذاہب نے شریعت کے ساتھ حقیقت کے قواعد پرعمل کرتے ہوئے اپنے مذاہب کوقوت پہنچایا، اپنے متبعین کو یہ بتانے کے لیے کہ وہ دونوں طریق یعنی شریعت وحقیقت کے عالم تھے (تاکہ مقلدین کواعلیٰ درجے کی طمانیت قلبی حاصل ہو) حضرت علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ تمام اہل کشف کے نزدیک ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول کا کبھی بھی شریعت سے خارج ہونا بالکل درست نہیں ہے اور ائمہ مجتہدین کے قول کا شریعت سے خارج ہونا کیسے درست ہوسکتا ہے ان کے قرآن وسنت اور اقوال صحابہ میں اپنے اقوال کے مادے پر اطلاع اور کشف صحیح اور ائمہ مجتہدین کی روحانیت کے حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت کے ساتھ اجتماع کے باوجود، اور ائمہ مجتہدین کے اپنے ہر توقف کیے ہوئے دلائل کے بارے میں حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کرنے کے باوجود کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے یانہیں؟ (حضور اقدس حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال) بیداری کی حالت میں بالمشافہہ، اہل کشف کے مشہور شرائط کے ساتھ (ہوتا) اور اسی طرح حضرات ائمہ مجتہدین اپنے کتاب وسنت سے سمجھے ہوئے ہر مسئلہ کے بارے میں، اس مسئلہ کو اپنی کتابوں میں مدون کرنے اور اسے اللہ تعالیٰ کا دین قرار دینے سے پہلے حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرتے کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم نے فلاں آیت سے ایسا سمجھا ہے اور فلاں حدیث میں آپ کے قول سے ایسا سمجھا ہے،

پس کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے راضی ہیں یا نہیں راضی ہیں؟ اور حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان اور ان کے مشورہ کے مطابق عمل کرتے۔

اور جو توقف کرے اس بارے میں جو ہم نے ذکر کیا، یعنی حضرات ائمہ مجتہدین کے کشف اور عالم روحانیت میں حضور اقدس معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان ائمہ مجتہدین کے اجتماع کے بارے میں تو ہم انہیں کہیں گے کہ یہ یقینی طور پر اولیائے کرام کی کرامتوں میں سے ہے اور اگر حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اولیا نہ ہوں تو روئے زمین پر کبھی کوئی ولی نہ ہوگا (کیوں کہ یہ حضرات عنداللہ بلند مرتبہ ہستیاں ہیں) اور بہت سے اولیائے کرام جو رتبہ میں یقینی طور پر حضرات ائمہ مجتہدین سے فروتر ہیں، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کرتے تھے اور اس بارے میں ان کے معاصرین ان کی تصدیق کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جن کو اجتہاد مطلق کا رتبہ عطا فرمایا، ان نفوس قدسیہ کی مدد اور دستگیری فرمائی، تاکہ امت مسلمہ ان کے بیان کردہ فقہی مسائل پر عمل کر کے راہ راست پر رہیں۔

مستخرجین اور استخراج احادیث فقہیہ

عبدالرشید نعمانی نے لکھا: (**كل ما يذكر فقهائنا رحمهم الله من الاحاديث والأثار فى تصانيفهم من غير بيان سند ومخرج كما يفعل السرخسى فى المبسوط والكاسانى فى البدائع والمرغينانى فى الهداية فهى الاحاديث والأثار التى وجدوها فى كتب ائمتنا المتقدمين كالامام الاعظم وصاحبيه وابن المبارك والحسن اللؤلؤى وابن شجاع الثلجى وعيسى بن ابان والخصاف والطحاوى والكرخى والجصاص رحمهم الله تعالىٰ.**

ثم یاتی المخرجون علی الهداية والخلاصة وغيرهما،فيطلبون هذه الروايات من الدواوين المؤلفة بعد المأتين لاصحاب الحديث–واذ لم يجدوا فيها،حكموا عليها بالغرابة–ويظن بعضهم فی هؤلاء الائمة الفقهاء ظن السوء–فينسبهم الٰی قلة المعرفة بالحديث وحاشاهم عن ذلک–بل السرخسی والكاسانی والمرغينانی اعتمدوا فی هذا الباب علٰی ائمتهم المعروفين بالحفظ والثقة والامانة–كما اعتمد البغوی فی مصابيحه علٰی اصحاب الدواوين المشهورة.

قال حافظ العصر قاسم بن قطلوبغا:"ان المتقدمين من اصحابنا رحمهم اللّٰه كانوا يملون المسائل الفقهية وادلتها من الاحاديث النبوية باسانيدهم كابی يوسف فی كتاب الخراج والامالی ومحمد فی كتاب الاصل والسير وكذا الطحاوی والخصاف والرازی والكرخی الا فی المختصرات–ثم جاء من اعتمد كتب المتقدمين واوردوا الاحاديث فی كتب من غير بيان سند ولا مخرج فعكف الناس علٰی هذه الكتب"(منية الالمعی فيما فات من تخريج احاديث الهد اية للزيلعی: ص ٩–مصر)

ولو شئنا لَسَرَدْنَا لک من امثلة هذه الاحاديث التی حكم عليها هؤلاء المخرجون بالغرابة–وهو موجود فی كتاب الآثار مثلًا امثلة كثيرة –ولكن المقام لا يتسع له–وللبسط موضع اٰخر–نعم يظهر من هذه التخريجات تلقی المحدثين الذين جاؤوا بعد المأتين ردًّا وقبولًا)

(ماتمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة مع سنن ابن ماجه:ص15–مكتبة بلال ديوبند)

ترجمہ:ہمارے فقہائے احناف جو اپنی تصانیف میں سند اور مخرج کے بیان کے بغیر احادیث وآثار کا ذکر کرتے ہیں جیسے کہ امام سرخسی ''مبسوط'' میں اور امام کاسانی ''البدائع

والصنائع‘‘ میں اور شیخ الاسلام مرغینانی ’’ہدایہ‘‘ میں، پس یہ وہ احادیث وآثار ہیں جن کو ان حضرات نے ہمارے متقدمین ائمہ کرام جیسے امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے صاحبین (امام ابو یوسف وامام محمد)، امام عبداللہ بن مبارک مروزی (۱۱۸ھ-۱۸۱ھ)، امام حسن بن زیادلؤلؤ (م۲۰۴ھ)، امام محمد بن شجاع ثلجی (م۲۵۶ھ)، قاضی عیسیٰ بن ابان (م۲۲۱ھ)، امام ابوبکر خصاف (م۲۶۱ھ)، امام ابوجعفر طحاوی مصری (۲۳۸ھ-۳۲۱ھ)، امام ابوالحسن کرخی (۲۶۰ھ-۳۴۰ھ) اور امام جصاص رازی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتابوں میں پایا، پھر ’’ہدایہ‘‘ اور ’’خلاصہ‘‘ وغیرہما کے مخرجین آتے ہیں تو وہ ان روایات کو دوصدی ہجری کے بعد تالیف کی جانے والی محدثین کی کتابوں میں تلاش کرتے ہیں اور جب (ان روایات کو محدثین کی) کتابوں میں نہیں پاتے ہیں تو ان روایات پر غریب ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔

اوران میں سے بعض لوگ ان ائمہ فقہا پر بدگمانی کرتے ہیں، پس ان ائمہ کرام کو حدیث کی قلت معرفت کی جانب منسوب کرتے ہیں اور وہ ائمہ کرام اس سے بری ہیں، بلکہ امام سرخسی وامام کاسانی وشیخ الاسلام مرغینانی نے اس بارے میں حفظ، ثقاہت اور امانت میں مشہور اپنے ائمہ کرام پر اعتماد کیا (پس بوقت تخریج احناف کے ائمہ متقدمین کی کتابوں کی ورق گردانی کرنا مناسب ہے) جیسا کہ امام محی السنہ بغوی (۴۳۶ھ-۵۱۰ھ) نے اپنی ’’مصابیح السنۃ‘‘ میں محدثین کی مشہور کتابوں پر اعتماد کیا (اور مصابیح السنہ میں حدیث کی سندوں کا ذکر نہ کیا۔ خطیب تبریزی نے سندوں کی تخریج کی اور مشکوۃ المصابیح نام رکھا)

حافظ زمانہ امام قاسم بن قطلو بغا (۸۰۲ھ-۸۷۹ھ) نے فرمایا کہ ہمارے متقدمین اصحاب مسائل فقہیہ اور اس کے دلائل یعنی احادیث نبویہ کو اس کی سند کے ساتھ املا کراتے تھے جیسے کہ امام ابو یوسف کتاب الخراج اور کتاب الامالی میں اور امام محمد بن حسن شیبانی کتاب الاصل اور کتاب السیر میں اور اسی طرح امام طحاوی اور امام خصاف اور امام جصاص رازی اور امام کرخی، مگر مختصرات میں (بلا ذکر دلائل محض مسائل پر اکتفا کرتے تھے)، پھر وہ

حضرات آئے جنہوں نے متقدمین کی کتابوں پر اعتماد کیا اور کتابوں میں سند اور مخرج کے بیان کے بغیر احادیث کو پیش کیا اور لوگ ان کتابوں کے پاس آ کر ٹھہر گئے (یعنی انہی کتابوں کو اپنا منتہیٰ اور آخری درجہ کی کتاب سمجھ لیے اور تخریج احادیث کے وقت محدثین کے مشہور مجموعات کی طرف راغب ہوئے تو بعض احادیث کو ان مجموعات میں نہ پائے اور حیرت زدہ ہوئے، اپنے ائمہ متقدمین کے مجموعات احادیث کی جانب متوجہ نہ ہو سکے)

اور اگر ہم چاہیں تو تیرے لیے اس قسم کی حدیثوں کی بہت سی مثالیں پیش کر دیں جن حدیثوں پر ان مخرجین نے غرابت کا حکم لگایا ہے اور وہ مثلاً ''کتاب الآثار'' میں موجود ہیں، لیکن مقام اس کی وسعت نہیں رکھتا اور شرح وبسط کے لیے دوسری جگہ ہے۔

ہاں، ان تخریجات سے دوصدی بعد آنے والے محدثین کا (ان احادیث کو) رد وقبول کے ساتھ لینا ظاہر ہوتا ہے (یعنی مابعد کے محدثین نے ان احادیث میں سے بعض کا ذکر کیا اور بعض کا ذکر نہیں کیا اور بعض نے بالقصد مسلک حنفی کی حدیثوں کو نظرانداز کیا)

صحیح البہاری (از: علامہ ظفر الدین بہاری)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے حنفی احادیث کو ''فتح الرحمٰن فی اثبات مذہب النعمان'' میں جمع فرمایا تھا، لیکن یہ کتاب تمام ابواب فقہیہ کو محیط نہیں۔ شاید اس کتاب کی تکمیل نہ ہو سکی۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین محدث بہاری (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء) نے فقہ حنفی کی مستدل بہ احادیث کو صحیح البہاری میں جمع فرمادیا ہے۔ احادیث کا یہ مجموعہ کتاب العقائد سے شروع ہو کر کتاب الفرائض پر ختم ہوتا ہے۔ چھ ضخیم جلدوں اور چوبیس اجزا پر مشتمل یہ عظیم کتاب قریباً پچاس ہزار احادیث کا نادر روزگار خزانہ ہے۔ جلد دوم مطبوعہ ہے اور اکثر مجلدات منتظر اشاعت ہیں: لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب دوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

احادیث وآثار سے استنباطِ مسائل

حدیث کی سند نازل میں ایک ضعیف راوی کے آنے سے سند حدیث ضعیف ہو جاتی ہے،لیکن قرائن خارجیہ کی روشنی میں متن حدیث صحیح ہوسکتی ہے۔سلفیان عرب وعجم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت سی مستدل بہ احادیث مقدسہ پر ضعیف ہونے کا اعتراض وارد کرتے ہیں۔اس اعتراض کا سب سے معقول جواب یہ ہے کہ ان احادیث طیبہ کی تخریج بعد کے فقہانے کی ہے۔حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محض مسائل فقہیہ کو اپنے شاگرد امام ابویوسف سے لکھوایا تھا۔بعد کے فقہائے احناف نے جس حدیث کو جس فقہی مسئلہ کے مطابق پایا،اس کو اپنے ظن غالب کے اعتبار سے اس مسئلہ فقہیہ کے لیے ماخذ قرار دے دیا۔ممکن ہے کہ یہی حدیث امام کے استنباط کا ماخذ ہو،لیکن حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان تک وہ حدیث کسی دوسری صالح وصحیح سند کے ذریعہ پہنچی ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسری حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہو۔بعض ایسی بھی روایات ہیں کہ قرون ثلاثہ میں ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے،لیکن قرون ثلاثہ کے بعد علی الاطلاق ان سے مسائل کا استنباط نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس کی تفصیل باب چہارم میں ہے۔

(1)امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے رقم فرمایا:

(فان قیل:اذا قلتم بِاَنَّ ادلة مذهب الامام ابی حنیفة رضی اللّٰه عنه لیس فیها شیء ضعیف لسلامة الرواة بینه وبین رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من الصحابة والتابعین من الجرح فما جوابکم عن قول بعض الحفاظ عن شیء من ادلة الامام ابی حنیفة بانه ضعیف؟

فالجواب: یجب علینا حمل ذلک جزمًا علی الرواۃ النازلین عن الامام فی السند بعد موتہ رضی اللہ عنہ-اذا رَوُوْا ذلک الحدیث من طریق غیر طریق الامام-اذ کل حدیث وجدناہ فی مسانید الامام الثلاثۃ فھو صحیح لانہ لولا صح عندہ،ما استدل بہ ولا یقدح فیہ وجود کذاب او متھم بکذب مثلًا فی سندہ النازل عن الامام وکفانا صحۃً لحدیثٍ استدلالُ مجتھدٍ بہ ثم یجب علینا العمل بہ)

(میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلداول:ص70)

ترجمہ: پس اگراعتراض کیا جائے کہ جب آپ نے کہا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے دلائل میں سے کوئی دلیل ضعیف نہیں ہے حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام ابوحنیفہ کے درمیان روایت کرنے والے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے جرح سے محفوظ ہونے کی وجہ سے تو تمہارا کیا جواب ہے حضرت امام ابو حنیفہ کے بعض دلائل سے متعلق بعض حفاظ حدیث کے قول کرنے کا کہ وہ ضعیف ہے؟

پس جواب ہے کہ ہمارے اوپر، اسے یقینی طور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ کی سند میں آنے والے راویوں (راویان نازلین) پر محمول کرنا ضروری ہے، جب کہ انہوں نے اس حدیث کو امام کی سند کے علاوہ دوسری سند سے روایت کیا، اس لیے کہ وہ تمام حدیث جسے ہم نے امام کی تینوں مسند میں پایا، وہ صحیح ہیں، اس لیے کہ وہ اگر امام ابوحنیفہ کے یہاں صحیح نہ ہوتیں تو آپ ان سے استدلال نہ فرماتے اور اس میں اعتراض پیدا نہیں کرے گا امام کے بعد آنے والی اس حدیث کی سند (سند نازل) میں مثلاً کسی کذاب یا متہم بالکذب کا پایا جانا اور ہمیں کسی حدیث کی صحت کے لیے کسی مجتہد کا اس سے استدلال کرنا کافی ہے، پھر ہمارے اوپر اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(2) امام شعرانی شافعی نے رقم فرمایا: (وھا انا قد ابنت لک عن صحۃ ادلۃ

مـذهـب الامـام الاعـظـم ابـی حنیفة رضی اللّٰه عنه وان جمیع ما استدل به لـمـذهـبـه،اخـذه عـن خیـار التـابـعین وانه لا یتصورفی سنده شخص متهم بـکـذب ابدًا وان قیل بضعف شیء من ادلة مذهبه فذلک الضعف انما هو بـالـنـظـر للرواة النازلین عن سنده بعد موته وذلک لا یقدح فیما اخذه به الامـام عـنـد کـل من استصحب النظرفی الرواة وهوصاعد الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم) (میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلداول:ص70)

ترجمہ: (امام شعرانی نے رقم فرمایا) میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے دلائل کی صحت کو تیرے لیے بیان کردیا اور وہ تمام حدیث جس کے ذریعہ انھوں نے اپنے مذہب کے لیے استدلال فرمایا، اسے معتبر تابعین سے لیا اور یہ کہ اس کی سند میں کسی متہم بالکذب کے وجود کا کبھی بھی تصور نہیں کیا جاسکتا ہے اور اگر ان کے مذہب کے دلائل میں سے کسی کے ضعیف ہونے کا قول کیا جائے تو یہ ضعف ان کی موت کے بعد ان کی سند کے راویان نازلین (امام کے بعد کے روات) کو دیکھتے ہوئے ہے اور یہ اس میں اعتراض پیدا نہیں کرے گا جس سے امام نے مسئلہ اخذ کیا ہے ہر اس شخص کے نزدیک جس نے راویوں کے بارے میں غور وفکر کیا، سند کو حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہوئے (یعنی حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان تک سند میں کوئی قابل اعتراض راوی نہ ہو، اور بعد کی سند میں کوئی ضعیف راوی آجائے تو امام ابوحنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں)

حدیث ضعیف اور علمائے امت کا عمل

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) کے مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ استنباط کے زمانہ تک اگر کوئی حدیث، ضعیف یا ناقابل قبول راوی سے محفوظ ہے تو اس حدیث سے استدلال کرنے والوں پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہے، نیز یہ کہ

اہل علم واجتہاد جب کسی حدیث کو قبول کرکے اس پر عمل کرلیں تو وہ حدیث باعتبار متن صحیح قرار پاتی ہے، اگرچہ اس کی موجودہ سند ضعیف ہو، کیوں کہ قرین قیاس یہی ہے کہ مجتہد کے پاس وہ حدیث کسی مقبول سند کے ساتھ پہنچی، ورنہ وہ اسے قبول نہ فرماتے یا مجتہد کے پاس اسے قوت پہنچانے والے قرائن موجود ہوں گے، تب انہوں نے اس سے استدلال کیا۔

(1) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''**اقول**: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) صحتِ حدیث علی مصطلح الاثر وصحتِ حدیث لعمل المجتہدین میں عموم خصوص مطلقاً، بلکہ من وجہ ہے۔کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ائمہ اُمت واُمنائے ملّت بنظر قرائنِ خارجہ یا مطابقت قواعدِ شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ اُن کا یہ عمل ہی موجبِ تقویت وصحتِ حدیث ہوجاتا ہے۔ یہاں صحت، عمل پر متفرع ہوئی، نہ عمل، صحت پر''۔(رسالہ: الفضل الموہبی: فتاویٰ رضویہ: جلد 27:ص 64-جامعہ نظامیہ لاہور)

سلفیان زمانہ نے حدیث ضعیف کو باطل اور موضوع کے قائم مقام قرار دے دیا ہے اور اگر اسی حدیث ضعیف کی ضرورت سلفیوں کو ہو تو اسے صحیح بنا ڈالتے ہیں۔محدث وہابیہ ناصر الدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) کی کتابوں میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

(2)**(قد نقل الامام شمس الدین السخاوی فی"فتح المغیث"عن الشیخ ابی الحسن القطان-هذا القسم لا یحتج به کله بل یعمل به فی فضائل الاعمال ویتوقف عن العمل به فی الاحکام الا اذا کثرت طرقه او عضده اتصال عمل او موافقة شاهد صحیح او ظاهر القراٰن)**

(الفضل الموہبی:ص 21-فتح المغیث: جلد اول:ص 80-دار الامام الطبری)

ترجمہ: امام شمس الدین سخاوی شافعی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے فتح المغیث میں شیخ ابو الحسن قطان (۵۶۲ھ-۶۲۸ھ) سے نقل فرمایا کہ تمام ضعیف حدیث حجت نہیں ہوتی ہے، بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل ہوتا ہے اور احکام ومسائل میں اس پر عمل کرنے سے توقف

کیا جائے گا،مگر جب اس کی سندیں کثیر ہوں، یا عمل علما کا اتصال یا کسی شاہد صحیح یا ظاہر قرآن کی موافقت اسے قوت دے دے۔

(3) امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے تحریر فرمایا: (لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر-بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحدیث مع تجویز کونه صحیحًا فی نفس الامر فیجوز ان تقترن قرینة تحقق ذلک-وان الراوی الضعیف اجاد فی هذا المتن المعین فیحکم به)

(فتح القدیر: جلد اول: ص266-مطبعہ میمنیہ مصر)

ترجمہ: ضعیف کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ (حدیث) نفس الامر میں باطل ہے، بلکہ جو محدثین کے یہاں معتبر شروط کے ساتھ ثابت نہ ہو (وہ حدیث ضعیف ہے)، باوجودے کہ جائز ہے کہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح ہو، پس ہوسکتا ہے کہ کوئی قرینہ (اس سے) مقترن ہو جو اسے (قابل استدلال) ثابت کر دے اور یہ (بھی جائز ہے) کہ ضعیف راوی نے اس خاص متن میں عمدہ راہ اختیار کی ہو تو اس (حدیث کی صحت) کا حکم دیا جائے گا۔

(4) خطیب ابوبکر بغدادی نے تحریر فرمایا: (عن معاذ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حین بعثه الی الیمن قال: کیف تصنع ان عرض لک قضاء؟

قال: اقضی بما فی کتاب اللّٰہ-قال: فان لم یکن فی کتاب اللّٰہ؟

قال: فبسنة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم

قال: فان لم یکن فی سنة رسول اللّٰہ؟ (صلی اللّٰہ علیه وسلم)

قال: اجتهد رائی ولا آلو-قال: فضرب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم صدری-ثم قال: الحمد لِلّٰهِ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لما یرضٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم.

(سنن ابی داؤد: ص۵۰۵-جامع الترمذی: ج۱: ص۲۴۷)

وھذا اسناد متصل-ورجاله معروفون بالثقة علٰی ان اھل العلم قد تقبلوه واحتجوا به-فوقفنا بذلک علٰی صحته عندھم-کما وقفنا علٰی صحة قول رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:(لاوصیة لوارث)(سنن ابی داؤد-جامع الترمذی-سنن ابن ماجة)وقوله فی البحر(ھوالطھور مائه، الحل میتته)(مؤطاء امام مالک-سنن ابی داؤد-سنن ابن ماجة -جامع الترمذی-سنن الد ارمی-المستدرک للحاکم)

وقوله:(اذا اختلف المتبایعان فی الثمن-والسلعة قائمة،تحالفا وترادَّا البیعَ)(المعجم للطبرانی-سنن الد ارمی)وقوله:(الدیة علی العاقلة)(صحیح البخار ی-صحیح لمسلم)وان کا نت ھذه الاحادیث لا تثبت من جھة الاسناد لما تلقته الکافة عن الکافة-لکن غَنَوا بصحتھا عندھم عن طلب الاسناد لھا-فکذلک حدیث معاذ لما احتجوا به جمیعًا،غنوا عن طلب الاسناد له)(الفقیہ والمتفقہ : جلداول:ص473)

ترجمہ:حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

حضور اقدس شہنشاہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو تم کیسے فیصلہ کروگے؟

انہوں نے عرض کیا: میں اس سے فیصلہ کروں گا جو کتاب اللہ میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ؟

انہوں نے عرض کیا: سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

اگر سنت رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نہ پاؤ؟

انہوں نے عرض کیا: میں اجتہاد کروں گا اور سستی نہیں کروں گا۔

پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: ساری تعریف اللہ تعالیٰ عزوجل کے لیے جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فرستادہ کو اس کی توفیق عطا فرمائی جو اللہ تعالیٰ عزوجل کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو خوش کردے۔

(سنن ابی داؤد: ص505- جامع ترمذی: جلد اول: ص247)

یہ متصل سند ہے اور اس کے رواۃ ثقاہت میں مشہور ہیں، ساتھ ہی اہل علم نے اسے قبول کیا اور اس سے استدلال کیا، پس اس قبولیت واستدلال کے سبب ہمیں ان (اہل علم) کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کا علم ہوا، جیسا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی صحت پر واقف ہوئے کہ: (وارث کے لیے وصیت نہیں ہے) (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی -سنن ابن ماجہ) اور سمندر کے بارے میں ارشاد نبوی: (اس کا پانی پاک کرنے والا ہے، اس کا مردار حلال ہے) (مؤطا امام مالک -سنن ابوداؤد-سنن ابن ماجہ -جامع ترمذی-سنن دارمی-المستدرک للحاکم)

اور ارشاد نبوی: (جب خرید وفروخت کرنے والے اختلاف کریں اور سامان موجود ہو تو دونوں قسم کھائیں اور دونوں بیع کو رد کردیں) (معجم طبرانی -سنن دارمی) اور ارشاد نبوی: (دیت عاقلہ پر ہے) (صحیح بخاری-صحیح مسلم) اور اگر یہ احادیث سند کے اعتبار سے ثابت نہ ہوتیں تو تمام حضرات تمام حضرات سے ان حدیثوں کو قبول نہ کرتے، لیکن ان کے نزدیک ان حدیثوں کے صحیح ہونے کے سبب ان کی سندوں کی طلب سے بے نیاز ہوگئے۔

پس اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ جب تمام حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا تو اس کی سند طلب کرنے سے بے نیاز ہوگئے۔

جب امت مسلمہ کسی حدیث پر عمل پیرا ہو تو یہ عمل اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل

ہے،اگر چہ اس حدیث کی کوئی قوی سند نہ ہو۔جب امت مسلمہ اس حدیث پر عمل پیرا ہے تو اس کی سند طلب کرنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ اس امر کے ثبوت کے بعد ہی اس پر عمل کا آغاز ہوا۔اگر وہ ثابت نہ ہوتا تو خواص یعنی علما وفقہا اور عوام اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔

خطیب بغدادی کی منقولہ بالاعبارت سے یہ امر اظہر من الشّمس ہوگیا کہ حضرات ائمہ اربعہ علیہم الرحمۃ والرضوان جن احادیث پر عامل ہیں، ان احادیث کی تحقیق وتنقیح کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ حضرات ائمہ مجتہدین شریعت کے امین ہیں اور ان حضرات نے ان احادیث طیبہ سے اسی وقت استدلال کیا جب وہ احادیث مقدسہ ان کی نظر میں قابل استدلال قرار پائیں اور ان ائمہ کرام کے علم وفضل، اجتہاد واستنباط، زہد وتقویٰ پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔آج تک موافقین ومخالفین میں سے کسی نے بھی نہ کہا کہ ان ائمہ مجتہدین نے دین وشریعت میں خیانت کیں۔اب چند سالوں سے عرب وعجم کے غیر مقلدین حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مستدل بہ احادیث پر تنقید کرتے ہیں۔اس سے کیا فائدہ؟ حضرات ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان کا ان احادیث طیبہ سے استدلال کرنا ان احادیث کریمہ کے قابل عمل اور لائق استدلال ہونے کی دلیل ہے۔

احادیث ضعیفہ سے احکام کا ثبوت

(1) محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

(الاحتجاج فی الاحکام بالخبر الصحیح مجمع علیه–وکذلک بالحسن لذاته عند عامة العلماء وهو ملحق بالصحیح فی باب الاحتجاج –وان کان دونه فی المرتبة–والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغیره ایضًا مجمع علیه–وما اشتهر ان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال،لا فی غیرها–المراد مفرداته لا مجموعها–لانه

داخل فی الحسن، لا فی الضعیف-صرح به الائمة)

(مقدمہ: مشکوٰۃ المصابیح: ص6)

ترجمہ: حدیث صحیح سے احکام کے بارے میں استدلال کرنا اجماعی مسئلہ ہے اور اسی طرح حدیث حسن لذاتہ کے ذریعہ استدلال کرنا عام علما کے یہاں اجماعی مسئلہ ہے اور حدیث حسن استدلال کے باب میں حدیث صحیح سے ملحق ہے، اگر چہ مرتبہ میں اس سے کم ہے اور حدیث ضعیف جو متعدد سندوں کی وجہ سے حدیث حسن کے درجہ کو پہنچ جائے، اس سے استدلال کرنا بھی اجماعی مسئلہ ہے اور جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف صرف فضائل اعمال میں معتبر ہے، اس کے علاوہ میں نہیں (اس سے) حدیث ضعیف کے مفردات مراد ہیں، اس کا مجموعہ نہیں، اس لیے کہ مجموعہ حسن (کی قسم) میں داخل ہے۔ ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

(2) امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا: **(احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه-والحقوه تارةً بالصحيح وبالحسن اخرىٰ)** (میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلد اول: ص68)

ترجمہ: جمہور محدثین نے حدیث ضعیف سے استدلال کیا، جب کہ وہ کثیر سندوں سے مروی ہو، اور اسے کبھی صحیح لغیرہ اور کبھی حسن لغیرہ سے ملحق کیا۔

بوقت احتیاط حدیث ضعیف پر عمل

امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا: **(ويعمل بالضعيف ايضًا فى الاحكام اذا كان فيه احتياط)** (تدریب الراوی: جلد دوم: ص489)

ترجمہ: احکام میں حدیث ضعیف پر بھی عمل کیا جائے گا، جب کہ اس میں احتیاط ہو۔

حدیث ضعیف پر عدم عمل کی شرط

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے رقم فرمایا: **(قد صرح السبكى**

بان شرط العمل بالحدیث الضعیف ان لا یشتد ضعفه)

(الفتاوی الکبری الفقہیہ : جلداول:ص195-دارصادر بیروت)

ترجمہ:امام سبکی شافعی نے تصریح کی ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کی شرط یہ ہے کہ وہ شدید ضعیف نہ ہو۔

علمائے امت کا عمل بالحدیث دافع ضعف

(1)امام ترمذی نے رقم فرمایا:(عَنْ حَنَشِ بْنِ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَباس عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:من جمع بین الصلوٰتین من غیرعذر فقد اتٰی بابًا من ابواب الکبائر-قال ابو عیسٰی:وحنش هذا هو ابو علی الرحبی وهوحنش بن قیس وهوضعیف عند اهل الحدیث -ضَعَّفَه احمد وغیره.

والعمل علٰی هذا عند اهل العلم ان لا یجمع بین الصلوٰتین الا فی السفراو بعرفة-ورخص بعض اهل العلم من التابعین فی الجمع بین الصلوٰتین للمریض-وبه یقول احمد واسحاق-وقال بعض اهل العلم: یجمع بین الصلوٰتین فی المطروبه یقول الشافعی واحمد واسحاق و لم یَرَ الشافعی للمریض ان یجمع بین الصلوٰتین)(جامع الترمذی: جلداول:ص48)

ترجمہ:حضرت حنش بن عکرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا:حضوراقدس سروردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:جس نے بلا عذر دونمازوں کوجمع کیا،وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر آیا۔

امام ترمذی نے فرمایا:یہ حنش بن عکرمہ ابوعلی رجبی ہیں اوروہی حنش بن قیس ہیں اور یہ محدثین کے یہاں ضعیف ہیں۔امام احمد بن حنبل وغیرہ نے ان کوضعیف قراردیا۔

اوراس حدیث پراہل علم کاعمل ہے کہ دونمازیں صرف سفر یاعرفہ میں جمع کی جائیں

گی اور تابعین میں سے بعض اہل علم نے مریض کو دو نمازیں جمع کرنے کی رخصت دی اور امام احمد بن حنبل اور محدث اسحاق بن راہویہ کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے فرمایا: بارش میں دو نمازیں جمع کی جائیں گی اور امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور محدث اسحاق بن راہویہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی نے مریض کو دو نمازیں جمع کرنے کی اجازت نہیں دی۔

اس حدیث کے راوی حنش بن عکرمہ ضعیف ہیں۔اس کے باوجود تمام اہل علم کا عمل اس حدیث پر ہے۔بلا عذر کسی بھی امام نے دو نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت نہیں دی۔یہ حدیث قرینہ پائے جانے کے وقت ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی بہت اہم مثال ہے جس پر مذکورہ بالا علمائے دین وائمہ مجتہدین عامل ہیں۔

(2) امام جلال الدین السیوطی نے رقم فرمایا: (**اشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اہل العلم-وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اہل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علیٰ مثلہ**)

(التعقبات علی الموضوعات: ص 12-المکتبۃ الاثریہ سانگلہ)

ترجمہ: امام ترمذی نے اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ حدیث کو اہل علم کے قول سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے، اگر چہ اس کے لیے کوئی قابل اعتماد سند نہ ہو۔

(3) معتمد وہابیہ ابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) نے ایک حدیث ضعیف پر کلام کرتے ہوئے لکھا: (**فھذا الحدیث وان لم یثبت فاتصال العمل بہ فی سائر الامصار والاعصار من غیر انکار کافٍ فی العمل بہ**) (الروح: ص 21)

ترجمہ: پس اس حدیث کی صحت اگر چہ ثابت نہیں، تاہم تمام شہروں اور ہر زمانے میں بلا انکار متصلاً اس پر عمل ہونا اس (حدیث) پر عمل کرنے کے لیے کافی ہے۔

(4) امام جلال الدین سیوطی شافعی نے ایک حدیث سے متعلق رقم فرمایا: (**تداولھا**

الصالحون بعضهم عن بعض-وفی ذلک تقویة للحدیث المرفوع)

(التعقبات علی الموضوعات:ص13-المکتبۃ الاثریہ سانگلہ)

ترجمہ:اس حدیث کو صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اوران کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔

حدیث ضعیف پر عمل کا ثبوت

حدیث ضعیف پر صرف فضائل اعمال ہی میں عمل نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ جہاں حدیث ضعیف پر عمل میں احتیاط ہوتو اس پر عمل کیا جائے گا۔جانب فعل میں اس کا ورود استحباب کو ثابت کرے گا اور جانب ترک میں تقویٰ وپرہیز گاری کو ثابت کرے گا اور امر مستحب بھی مطلوب شرع ہے اور ورع وتقویٰ بھی شرعاً مطلوب ومحمود اور قرب خداوندی کا سبب ہے۔

(1)(قال حسان بن ابی سنان:مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَھْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ،دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ)(صحیح البخاری:جلداول:باب تفسیر المشبہات)

ترجمہ:حضرت حسان بن ابی سنان نے فرمایا:میں نے تقویٰ سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی۔جس میں شبہ پڑتا ہو، وہ کام چھوڑ دو،اور ایسے کو اختیار کرو جس میں شبہ نہ ہوتا ہو۔

یعنی مشتبہ چیز کوترک کرنے کا نام تقویٰ ہے اور شبہ والی چیز کوترک کرنا مشکل نہیں۔

(2)(عن النعمان بن بشیر یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول:اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ-وَبَیْنَھُمَا مُشَبَّھَاتٌ لَا یَعْلَمُھَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ-فَمَنِ اتَّقَی الْمُشَبَّھَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِیْنِہٖ وَعِرْضِہٖ-وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ کَرَاعٍ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی-یُوْشِکُ اَنْ یُوَاقِعَہٗ اَلَا وَاَنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی-اَلَا اَنَّ حِمَی اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ مَحَارِمُہٗ-الحدیث)(صحیح البخاری:جلداول:باب فضل من استبرألدینہ-صحیح مسلم:جلددوم:باب اخذ الحلال وترک الشبہات)

ترجمہ: حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے مابین مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں، پس جو شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کر لی اور جو شبہات میں پڑا، وہ حرام میں پڑ جائے گا، جیسے چراگاہ کے گرد چرانے والا، نزدیک ہے کہ چراگاہ کے اندر چرائے۔ سن لو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کے حرام فرمودہ امور ہیں۔

(3)(عن ابی الحوراء السعدی قال: قلت للحسن بن علی–مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ–دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ) (جامع الترمذی: جلد دوم–سنن النسائی: باب الحث علی ترک الشبہات–مسند احمد بن حنبل: جلد اول: ص200–صحیح ابن حبان: جلد دوم: ص498–المستدرک علی الصحیحین: جلد دوم: ص15–البیوع)

ترجمہ: حضرت حوراء سعدی نے بیان کیا: میں نے سبط پیغمبر حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا: آپ نے حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا یاد کیا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یاد کیا: جس میں شبہ پڑتا ہو، وہ کام چھوڑ دو، اور ایسے کو اختیار کرو جس میں شبہ نہ ہوتا ہو۔

(4) امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے مذکورہ بالا حدیث سے متعلق تحریر فرمایا:

(مرفی الحدیث السادس ان من اتقی الشبہات ......فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومر الکلام علی ذلک بما ھو شرح لھذا ایضًا لرجوعھما الٰی شیئ واحد–وھو النھی التنزیھی عن الشبہات)

(فتح المبین شرح الاربعین: ص295–دارالمنہاج جدہ)

ترجمہ: چھٹی حدیث میں گزر چکا کہ جو شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور اپنی

عزت کی حفاظت کرلی اور اس پر کلام گزر چکا جو اس حدیث کی بھی شرح ہے۔ان دونوں حدیثوں کے ایک معنی کو بتانے کی وجہ سے، وہ یہ کہ شبہات میں پڑنا ممنوع تنزیہی ہے۔

چھٹی حدیث سے منقولہ بالا حدیث دوم (الحلال بین والحرام بین: الحدیث) مراد ہے۔

(5) امام الصوفیا حضرت ابوطالب مکی (م ۳۸۶ھ) تحریر فرمایا: (ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة الکتاب والسنة لا یلزمنا ردها بل فیهما ما یدل علیها)

(قوت القلوب: جلد اول: ص299- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: ضعیف احادیث جو قرآن وحدیث کے مخالف نہ ہوں، ان کا رد کردینا ہم پر لازم نہیں، بلکہ قرآن وحدیث ان کے قبول پر دلالت کرتے ہیں۔

حدیث ضعیف سے ثواب کا ثبوت

علمائے اسلام کے یہاں فضائل اعمال میں ضعیف حدیث معتبر ہے اور ضعیف حدیث میں جو ثواب بتایا جائے، اس ثواب کی امید کے ساتھ اس پر عمل سے وہ ثواب حاصل ہوگا، جب تک کہ اس حدیث کا بطلان اس کے نزدیک ثابت نہ ہو۔

(1) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا، یہ فائدہ پائے گا، اسے چاہئے، نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیق صحت حدیث ونظافت سند کے پیچھے نہ پڑے۔وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائے گا۔اقول: یعنی جب تک اس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاوامید کے کوئی معنی نہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد دوم: ص457- دار العلوم امجدیہ کراچی)

(2) (عن حمزة بن عبدالمجید قال: رأیت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی النوم فی الحجر فقلت: بابی انت وامی یارسول الله!

انہ قد بلغنا عنک انک قلت:من سمع حدیثًا فیہ ثواب عمل فعمل بذلک الحدیث رجاء ذلک الثواب اعطاہ اللّٰہ ذلک الثواب وان کان الحدیث باطلًا فقال:ای ورب ھذہ البنیۃ-انہ لمنی وانا قلتہ)

(اللآلی المصنوعۃ للسیوطی: جلداول:ص197 - دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت حمزہ بن عبدالمجید نے بیان کیا: میں نے حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں مقام حجر میں دیکھا، پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے ہمیں خبر پہنچی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایسی حدیث سنی جس میں کسی عمل کا ثواب مذکور ہے، پس اس حدیث پر اس ثواب کی امید سے عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطا فرمادے گا، اگرچہ حدیث باطل ہو، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم رب کعبہ کی، یہ حدیث میری ہے اور میں نے یہ بیان کیا۔

(3) محدث ابن شاہین (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ) نے تحریر کیا: (عن جابر بن عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:من بلغہ عن اللّٰہ عزوجل فضیلۃ فاخذ بھا ایمانًا ورجاء ثوابھا اعطاہ اللّٰہ ذلک-وان لم یکن کذلک) (الکتاب اللطیف:ص119)

ترجمہ: حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے رب تعالیٰ کی جانب سے کسی فضیلت کی خبر پہنچی، پس وہ اسے مانتے ہوئے اور اس کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے عمل کیا، اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطا فرمادے گا، اگرچہ ایسا نہ ہو۔

یعنی گرچہ رب تعالیٰ نے ایسا نہ فرمایا ہو، پھر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمادے گا۔

(4) (عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:من بلغہ فی عملہ ثواب فعمل بہ رجاء ثوابہ اعطاہ اللّٰہ ذلک-وان کان باطلًا

وفضل عشر حسنات) (الکتاب اللطیف:ص121)

ترجمہ: حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے اس کے عمل کے بارے میں ثواب کی خبر پہنچی تو اس نے ثواب کی امید سے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ وہ ثواب اور (ایک عمل کے بدلے) دس نیکیوں کی فضیلت اسے عطا فرمادے گا، اگر چہ وہ خبر باطل ہو۔

(5)(عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من بلغه عن اللّٰہ رغبة فطلب ثوابها اعطاه اللّٰہ اجرها وان لم تکن الرغبة علیٰ ما بلغه قلته اولم اقله فانا قلته) (الکتاب اللطیف:ص121)

ترجمہ: حضور اقدس شہنشاہ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی ترغیب پہنچی، پس اس نے اس کا ثواب طلب کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر اسے عطا فرمادے گا، اگر چہ جو ترغیب اسے پہنچی، اسے میں نے نہ کہا ہو، پس میں نے اسے کہا۔

(6)(عن انس بن مالک قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من بلغه عن اللّٰہ فضیلة فلم یصدق بها لن ینلها)

(مسند ابو یعلی: جلد ششم:ص163)

ترجمہ: حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی فضیلت کی خبر پہنچی، پس اس نے اسے سچ نہ مانا تو ہرگز وہ ثواب نہ پائے گا۔

بندوں کا اعتقاد اور رب تعالیٰ کی عطا

بندہ رب تعالیٰ کے حق میں جیسا اعتقاد رکھتا ہے، ویسا ہی وہ پاتا ہے۔ اگر کسی کار خیر پر ثواب کی امید رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ثواب پاتا ہے اور اگر اچھی امید نہیں رکھتا

ہے تو بھلائی سے محروم رہتا ہے، لہٰذا رب تعالیٰ سے ہمیشہ بھلائی کی امید رکھنا چاہئے۔

(1)(عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی:اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ-الحدیث)

(صحیح البخاری : جلد دوم: باب قول اللہ تعالیٰ:(ویحذرکم اللہ نفسہ) صحیح مسلم : جلد دوم: باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ-جامع الترمذی: جلد دوم: باب حسن الظن باللہ تعالیٰ-سنن النسائی الکبریٰ: باب تعلم ما فی نفسی-سنن ابن ماجہ: کتاب الادب)

ترجمہ:حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرا معاملہ میرے بندہ کے اعتقاد کے مطابق ہے۔

بندہ رب تعالیٰ سے جیسا اعتقاد رکھتا ہے، رب تعالیٰ ویسا ہی معاملہ فرماتا ہے۔

(2)(عن واثلۃ:اَبْشِرْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ:اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ-فَلْیظن بِیْ مَا شَاءَ)

(مسند امام احمد بن حنبل: جلد سوم: ص 491-المعجم الکبیر للطبرانی: جلد پانزدہم: ص 463-المستدرک: جلد چہارم: ص 268-صحیح ابن حبان: جلد دوم: ص 401)

ترجمہ:حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرا معاملہ میرے بندہ کے اعتقاد کے مطابق ہے، پس بندہ میرے بارے میں جیسا چاہے، اعتقاد رکھے۔

(3)(عن ابی ھریرۃ عن رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ اللّٰہَ جَلَّ وَعَلَا یَقُوْلُ:اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ-اِنْ ظَنَّ خَیْرًا فَلَہٗ وَاِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَہٗ)

(صحیح ابن حبان: جلد دوم: ص 405)

ترجمہ:حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرا معاملہ میرے بندہ کے اعتقاد کے مطابق ہے۔ اگر خیر کا اعتقاد رکھے تو اس

کے لیے خیر ہے اور اگر شر کا اعتقاد رکھے، تو اس کے لیے شر ہے۔

حدیث ضعیف سے استحباب اور کراہت تنزیہی کا ثبوت

حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب اور محل احتیاط میں کراہت تنزیہی کا ثبوت ہوتا ہے اور امر مباح کی اباحت کی تائید ہوتی ہے، لیکن اس سے حدیث ضعیف کو احکام میں حجت بنانا ثابت نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ اباحت تو بحکم اصالت ثابت ہے۔

اور استحباب وکراہت تنزیہی قواعد قطعیہ شرعیہ سے ثابت ہیں۔حدیث ضعیف اس اعتبار سے کہ سند مستلزم خطا نہیں، ممکن کہ واقع میں وہ حدیث ضعیف صحیح ہو، صرف اسی امید واحتیاط کے سبب استحباب وکراہت تنزیہی کا حکم قواعد شرعیہ کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے۔

اگر شریعت اسلامیہ نے جلب مصالح وسلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ تسلیم کیا ہوتا تو ہرگز ان مواضع میں استحباب وکراہت تنزیہی کا ثبوت نہ ہوتا، پس اباحت، کراہت، مندوبیت جو کچھ احادیث ضعیفہ سے ثابت ہو، وہ دلائل شرعیہ عامہ سے ثابت ہوتی ہیں، نہ کہ بالخصوص حدیث ضعیف سے۔ہاں، وہ حدیث ضعیف امکان صحت کے اعتبار سے احتیاط کی علت بن جاتی ہے، پس اگر اس استحباب وکراہت کی نسبت مجازی طور پر اس حدیث ضعیف کی جانب کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو، اور کسی حدیث ضعیف سے اس کے کسی فرد کی حلت ثابت ہو تو یہ ناقابل قبول ہوگی، کیوں کہ اس امر خاص کی حلت یا استحباب یا جواز اگر ثابت کریں تو یہ امور مستقل طور پر اسی حدیث ضعیف سے ثابت ہوں گے اور ضعیف حدیث اثبات حکم کے قابل نہیں۔اسی طرح اگر دلائل شرعیہ سے کسی امر کی اباحت ثابت ہو، اور حدیث ضعیف اس کے کسی فرد کی ممانعت ثابت کرے تو حکم ممانعت ثابت نہیں ہو سکے گا، ورنہ صحیح حدیث پر ضعیف حدیث کی ترجیح لازم آئے گی۔قول علما کہ

ضعیف حدیث احکام حلال وحرام میں معمول بہ نہیں، اس کا یہی مطلب ہے جو مذکور ہوا۔

عندالشرع دم، فرج، مضر وخبیث امور کے علاوہ تمام اشیا میں اصل اباحت ہے، پس ان میں سے کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے دلیل لانا امر غیر مباح کو مباح قرار دینا نہیں ہے، بلکہ امر مباح کی تائید ہے اور مثبت اسے کہا جاتا ہے جو خلاف اصل کسی امر کو ثابت کرے۔ جو مطابق اصل ہو، اس کا اثبات، اثبات نہیں، بلکہ تائید اثبات ہے اور حدیث ضعیف تائید اثبات کے باب میں مقبول ہے، لیکن اس سے اثبات حکم نہیں ہوگا۔

الحاصل کراہت وتائید اباحت واستحباب کا ثبوت حدیث ضعیف سے بھی ہوگا، یعنی اصل ثبوت قواعد شرعیہ سے ہوگا اور نسبت حدیث ضعیف کی طرف ہوگی۔

(1) امام شہاب الدین خفاجی مصری حنفی (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے رقم فرمایا:

(اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیها الا بالحدیث الصحیح اوالحسن-الا ان یکون فی احتیاط فی شئ من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراهة بعض البیوع والانکحة فان المستحب ان یتنزه عنه ولکن لا یجب)

(نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض: جلد اول: ص42- دارالفکر بیروت)

ترجمہ: لیکن احکام جیسے حلال وحرام، بیع، نکاح، طلاق وغیرہ پس ان میں صرف حدیث صحیح یا حدیث حسن پر عمل ہوگا، مگر یہ کہ اس میں احتیاط ہو جیسا کہ جب کوئی حدیث ضعیف بعض بیع یا بعض نکاح کی کراہت میں وارد ہوئی ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے، واجب نہیں۔

(2) امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا: **(ویعمل بالضعیف ایضًا فی الاحکام اذا کان فیه احتیاط)** (تدریب الراوی: جلد دوم: ص489)

ترجمہ: باب احکام میں حدیث ضعیف پر بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اس میں احتیاط ہو۔

(3) امام ابن ملقن: سراج الدین عمر بن علی بن احمد شافعی مصری (م ۸۰۴ھ) نے

تحریرفرمایا:(فقال(النووی)فی کتاب الاذکار وغیرہ من کتبہ:قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم:یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعًا.

واما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک،فلا یعمل فیها الا بالحدیث الصحیح اوالحسن الاان یکون فی الاحتیاط شئ من ذلک-کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراهة بعض البیوع اوالانکحة-فان المستحب ان یتنزہ عنه-ولکن لا یجب) (البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثارالواقعۃ فی الشرح الکبیر:جلددوم:ص281-دارالہجرۃ ریاض)

ترجمہ:امام نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے کتاب الاذکاراوراپنی دیگر کتابوں میں تحریرفرمایا:علمایعنی محدثین،فقہاوغیرہم نے فرمایا:فضائل اورترغیب وترہیب میں حدیث ضعیف پرعمل کرنا جائزاورمستحب ہے،جب تک کہ وہ حدیث موضوع نہ ہو۔

لیکن احکام جیسے حلال وحرام اوربیع،نکاح،طلاق وغیرہ میں صرف حدیث صحیح یاحسن پرعمل کیا جائے گا،مگریہ کہ اس میں احتیاط ہو(توحدیث ضعیف پراحتیاطاً عمل ہوگا)جیسا کہ حدیث ضعیف بعض بیع یابعض نکاح کی کراہت کے بارے میں واردہوئی ہوتواس سے پرہیزکرنامستحب ہے،لیکن(پرہیزکرنا)واجب نہیں۔

(4)امام محدث شمس الدین سخاوی شافعی(۸۳۱ھ-۹۰۲ھ)نے رقم فرمایا:(وکان موضع احتیاط کما اذا وردحدیث ضعیف بکراهة بعض البیوع او الانکحة-فان المستحب کما قال النووی ان یتنزہ عنه ولکن لا یجب)

(فتح المغیث:جلداول:ص289)

ترجمہ:اورموقع احتیاط ہوجیسا کہ حدیث ضعیف بعض بیع یابعض نکاح کی کراہت کے بارے میں واردہوئی ہوتواس سے پرہیزکرنامستحب ہے،لیکن(پرہیزکرنا)واجب نہیں

ہے، جیسا کہ امام محی الدین نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے فرمایا۔

حدیث ضعیف سے فقہی احکام کا ثبوت

بعض احکام میں حدیث ضعیف مقبول ہے، جب کہ محل احتیاط ونفع بے ضرر ہو۔وہ احکام استحباب ، بقول بعض سنیت ،کراہت تنزیہی اور تائیداباحت ہیں اور یہ امور دراصل دلائل شرعیہ وقواعد شرعیہ سے ثابت ہوتے ہیں۔احادیث ضعیفہ ان کے بعض افراد کا تعین کرتی ہیں، پس حکم کا اثبات دلائل شرعیہ وقواعد اصلیہ کی طرف منسوب ہوگا اور مجازی نسبت ان احادیث ضعیفہ کی جانب ہوگی۔اصل مثبت دلیل عام ہوگی، نہ کہ احادیث ضعیفہ۔

(1)امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی (م۹۵۶ھ) نے فرمایا کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے، بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر رکھے کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا۔وہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے، مگر ایسے حکم میں مقبول ہے، کیوں کہ یہ فضائل میں سے ہے۔

امام ابراہیم حلبی نے رقم فرمایا:(**ینبغی ان یجعلها حیال احد حاجبیه لما روی ابوداؤد من حدیث ضباعة بنت مقداد بن الاسود عن ابیها رضی اللّٰه تعالٰی عنه–قال:ما رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یصلی الٰی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله علٰی حاجبه الایمن اوالایسر–ولا یصمد له صمدًا–وقد اعل بالولید بن کامل وبجهالة ضباعة............لکن هذا الحکم مما یجوز العمل فیه بمثل هذا–لانه من الفضائل**)

(غنیۃ المتملی:ص368-سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: مناسب ہے کہ سترہ کو دونوں ابرو میں سے کسی ایک کے سامنے رکھے،اس حدیث کے سبب جس کو امام ابوداؤد نے مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے جب کبھی حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی لکڑی یا ستون یا درخت

کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دائیں یا بائیں ابرو کے پاس رکھتے اور اسے بالکل سیدھا نہیں رکھتے اور اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعہ کی جہالت کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا،لیکن یہ حکم ان میں سے ہے جس میں اس طرح کی حدیث پر عمل کرنا جائز ہے،اس لیے کہ یہ فضائل میں سے ہے۔

(2)(عن ابی هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:اذا صلّى احدكم فليجعل تلقاء وجهه شيئًا–فان لم يجد فَلْيَنْصِبْ عَصًا–فان لم يكن معه عصًا فليخطط خطًّا ثم لا يضره ما مَرَّ اَمَامَهٗ)

(سنن ابی داؤد:باب الخط اذا لم یجد عصًا)

ترجمہ:حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے،پس اگر کچھ نہ پائے تو اپنی لاٹھی رکھ لے اور اگر اس کے پاس لاٹھی نہ ہو تو ایک لکیر کھینچ لے،پھر اسے نقصان نہ دے گا جو اس کے آگے سے گزرے۔

(قال الشيخ:واحتج الشافعی رحمه الله بهذا الحديث فی القديم–ثم توقف فيه فی الجديد–فقال فی كتاب البويطی:ولا يخط المصلی بين يديه خطًّا الا ان يكون فی ذلک حديث ثابت فليتبع–وكانه رحمه الله عثر علٰى ما نقلناه من الاختلاف فی اسناده–ولا باس به فی مثل هذا الحكم ان شاء الله تعالٰى وبه التوفيق) (السنن الکبریٰ:جلد دوم:ص270)

ترجمہ:حضرت امام بیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) نے فرمایا:حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قول قدیم میں اس سے استدلال کیا،پھر قول جدید میں اس میں توقف کیا،پس کتاب بویطی میں فرمایا:نمازی اپنے آگے خط نہیں کھینچے گا،مگر یہ کہ اس بارے میں ثابت حدیث ہو تو اس کا اتباع کرے اور گویا کہ امام شافعی اس کی سند میں اختلاف

پر مطلع ہوئے جو ہم نے بیان کیا اور اس جیسے حکم میں اس پر عمل کرنے میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی توفیق ہے۔

(قال سفیان: ولم نجد شیئًا شد هذا الحدیث-ولم یجئ الا من هذا الوجه) (معرفۃ الآثار والسنن للبیہقی: جلد سوم:ص192)

ترجمہ: محدث سفیان بن عیینہ (۱۰۷ھ-۱۹۸ھ) نے فرمایا: ہم نے کچھ نہ پایا کہ اس حدیث کو قوت دے۔ یہ حدیث صرف اسی سند سے مروی ہوئی۔

امام محی السنہ بغوی (۴۳۶ھ-۵۱۰ھ) نے رقم فرمایا: **(فی اسناده ضعف)**

(شرح السنہ: جلد دوم:ص451)

ترجمہ: اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

ملا علی قاری حنفی (م۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا: **(قال البیهقی: لا باس بالعمل به وان اضطرب اسناده فی مثل هذا الحکم ان شاء اللّٰه تعالیٰ)**

(مرقاۃ المفاتیح: جلد دوم:ص246-مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: امام بیہقی نے فرمایا: اگرچہ اس کی سند مضطرب ہے، لیکن اس جیسے حکم میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام ابن امیر الحاج حنفی (م۸۷۹ھ) نے رقم فرمایا: **(یظهر ان الاشبه قول البیهقی: ولا باس بالعمل بهذا الحدیث فی هذا الحکم ان شاء اللّٰه تعالیٰ- وجزم به شیخنا رحمه اللّٰه تعالیٰ فقال: والسنة اولیٰ بالاتباع)**

(حلیۃ المجلی شرح منیۃ المصلی: فصل فی ما یکرہ فعلہ فی الصلاۃ ومالا یکرہ:ص309)

(مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: ظاہر ہے کہ زیادہ مناسب امام بیہقی کا قول ہے اور اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور ہمارے شیخ (صاحب فتح القدیر امام

ابن ہمام حنفی) نے اسی پر یقین کیا اور فرمایا: حدیث اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی (م ۹۵۶ھ) نے رقم فرمایا: (**من جوزہ استدل بحدیث ابی داؤد–وتقدم ما فیہ–لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کما مر انفًا–ولذا قال ابن الھمام: والسنۃ اولٰی بالاتباع**)

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: ص368-مکتبہ درسعادت: ترکی)

ترجمہ: جس نے اسے جائز قرار دیا، اس نے سنن ابوداؤد کی حدیث سے استدلال کیا اور جو اس میں ضعف ہے، وہ گزر چکا، لیکن کہا جاتا ہے کہ فضائل میں اس قسم کی حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، جیسا کہ ابھی گزرا، اور اسی لیے امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے فرمایا: حدیث اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

(**ان سلم انہ یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیہ مع ما فیہ من العمل فی الحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ**) (غنیۃ المستملی: ص369-حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: جلداول: ص246-المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر)

ترجمہ: اگر تسلیم کرلیا جائے کہ خط کھینچنا غیر مفید ہے تو اس میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے، باوجودے کہ اس میں اس حدیث پر عمل کرنا ہے کہ اس کے مثل (اعمال فضائل) میں اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

علامہ شامی نے رقم فرمایا: (**یسن الخط کما ھو الروایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داؤد: فان لم یکن معہ عصًا فلیخطط خطا–وھو ضعیف لکنہ یجوز العمل بہ فی الفضائل–ولذا قال ابن الھمام: والسنۃ اولٰی بالاتباع**)

(ردالمحتار علی الدرالمختار: جلداول: ص637)

ترجمہ: خط کھینچنا سنت ہے جیسا کہ امام محمد بن حسن شیبانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے دوسری روایت ہے، حدیث ابوداؤد کی وجہ سے (اگر اس کے پاس عصا نہ ہو تو خط کھینچ لے)

اور یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن فضائل میں اس پر عمل کرنا جائز ہے، اسی لیے امام ابن ہمام حنفی نے فرمایا: حدیث اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

فقیہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی مصری (۹۹۴ھ-۱۰۶۹ھ) نے رقم فرمایا:

(منع جماعة من المتقدمين الخط-واجازه المتأخرون-لان السنة اولٰى بالاتباع لماروى فى السنن عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم انه قال: ان لم يكن معه عصًا فليخط خطًّا-فيظهر فى الجملة-اذ المقصود جمع الخاطر بربط الخيال به كى لا ينتشر) (مراقی الفلاح: جلداول: ص157)

ترجمہ: متقدمین کی ایک جماعت نے خط کھینچنے کو ممنوع قرار دیا اور متاخرین نے اسے جائز قرار دیا، اس لیے کہ سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے، اس وجہ سے کہ سنن میں حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس کے پاس عصا نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے، پس حاصل کلام ظاہر ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اصل مقصود خیال کو منضبط کر کے دل کی یکسوئی حاصل کرنا ہے، تاکہ خیال منتشر نہ ہو۔

حدیث ضعیف سے کراہت تنزیہی کا ثبوت

(1) امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی (م۹۵۶ھ) نے رقم فرمایا: (والاصل ان الوصل بين الاذان والاقامة يكره فى كل الصلٰوة لما روى الترمذى عن جابر رضى اللّٰه تعالٰى عنه ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم قال لبلال: اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بين اذانك واقامتك قدر ما يفرغ الأكل من اكله فى غير المغرب والشارب من شربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته-وهووان كان ضعيف لكن يجوز العمل به فى مثل هذا الحكم) (غنیۃ المتملی: ص376-377-مکتبہ درسعادت: ترکی)

ترجمہ:اصل یہ ہے کہ اذان واقامت کے درمیان وصل کرنا ہر نماز میں مکروہ ہے۔
اس کی وجہ سے جوامام ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضوراقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشادفرمایا: جب تم اذان کہوتو ٹھہر ٹھہر کر کہو،اور جب اقامت کہوتو جلدی کہو،اور اپنی اذان واقامت کے درمیان مغرب کے علاوہ میں اتناوقفہ رکھوکہ کھانے والا اپنے کھانے سے اور پینے والا اپنے پینے سے اور قضائے حاجت کرنے والا جب وہ داخل ہو چکاہو(قضائے حاجت سے فارغ ہوجائے)اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے،لیکن اس طرح کے حکم میں ضعیف حدیث پرعمل کرنا جائز ہے۔

(2)بدھ کے دن ناخن تراشنے کی کراہت ضعیف حدیث سے ثابت ہوئی ہے۔اس کی تفصیل اسی باب میں بعنوان:''حدیث ضعیف پرترک عمل اوراس کاوبال''مرقوم ہے۔

حدیث ضعیف سے استحباب کا ثبوت

فضائل اعمال سے وہ اعمال مراد ہیں جوبہتر ومستحسن ہیں،نہ کہ خاص ثواب اعمال۔
حدیث ضعیف سے سنیت واستحباب کا ثبوت ہوتا ہے،جس طرح موضع احتیاط میں حکم شرع ثابت ہوتا ہے۔کسی حدیث کی صحت وضعف ظنی ہے،قطعی نہیں ہے۔ممکن ہے کہ ضعیف حدیث صحیح ہو،اورصحیح حدیث ضعیف ہو۔

(1)امام ابن ہمام حنفی(۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نےتحریرفرمایا:(والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع) (فتح القدیر: جلددوم:ص133-فصل فی حمل الجنازۃ)
(فتح القدیر: جلدسوم:ص410-فصل فی الصلاۃ علی الجنازۃ)

ترجمہ: حدیث ضعیف غیرموضوع سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔

(2)شیخ الاسلام ابوزکریا شافعی(م۹۲۶ھ)نے رقم فرمایا:(قال العلماء من

المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعًا)

(کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار ﷺ: ص7-دار الکتب العربیہ بیروت)

ترجمہ: علما یعنی محدثین وفقہا وغیرہم نے فرمایا: فضائل اور ترغیب وترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے، جب کہ وہ موضوع نہ ہو۔

(3) علامہ ابراہیم حلبی (م ۹۵۶ھ) نے تحریر فرمایا: (یستحب ان یمسح یدیه بمندیل بعد الغسل لما روت عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها-قالت: کان للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم خرقة ینشف بها بعد الوضوء-رواه الترمذی وهو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل)

(غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی: 52-مکتبہ درسعادت: ترکی)

ترجمہ: مستحب ہے کہ غسل کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو رومال سے پونچھے، اس کی وجہ سے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جس سے وضو کے بعد پونچھتے تھے۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

(4) محدث شہیر ملا علی قاری حنفی نے تحریر فرمایا: (الضعیف یعمل به فی فضائل الاعمال اتفاقًا-ولذا قال ائمتنا: ان مسح الرقبة مستحب او سنة)

(کتاب الموضوعات الکبیر: ص63-مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: ضعیف حدیث پر فضائل اعمال میں بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے، اسی لیے ہمارے ائمہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

حالاں کہ گردن پر مسح کرنے کی حدیث ضعیف ہے، لیکن اس سے استحباب وسنیت

ثابت کی گئی۔اس سے واضح ہو گیا کہ ضعیف حدیث سے سنیت واستحباب کا ثبوت ہوتا ہے۔

(5)امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا:(**استحبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظرا لان الحديث الضعيف يتسامح به فی فضائل الاعمال**)

(طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا:الحاوی للفتاویٰ: جلد دوم:ص 191 - دارالفکر بیروت)

ترجمہ:تلقین کو حافظ ابن صلاح شافعی نے مستحب کہا اور امام نووی نے اس کی پیروی کی،یہ دیکھتے ہوئے کہ فضائل اعمال سے متعلق حدیث ضعیف میں نرمی اختیار کی جاتی ہے۔

(6)محقق جلال الدین دوانی شافعی (۸۳۰ھ-۹۱۸ھ) نے تحریر فرمایا:(**الذی يصلح للتعويل عليه ان يقال:اذا وجد حديث فی فضيلة عمل من الاعمال-لا يحتمل الحرمة والكراهية يجوز العمل به ويستحب لانه مامون الخطر ومرجو النفع**) (انموذج العلوم:بحوالہ:نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض: جلد اول:ص 43-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:جس پر اعتماد کرنا مناسب ہے،وہ یہ کہ کہا جائے کہ جب حدیث اعمال میں سے کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں وارد ہو،حرمت وکراہت تحریمی کا احتمال نہ رکھے تو اس پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے،اس لیے کہ وہ خطرہ سے مامون ہے اور نفع کی امید ہے۔

حدیث ضعیف سے سنت کا ثبوت

(1)ملا علی قاری (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(**الضعيف يعمل به فی فضائل الاعمال اتفاقًا-ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب اوسنة**)

(الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ:ص 315-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

ترجمہ:ضعیف حدیث پر فضائل اعمال میں بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے،اسی لیے ہمارے ائمہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

حالاں کہ گردن پر مسح کرنے کی حدیث ضعیف ہے،لیکن اس سے استحباب وسنیت ثابت کی گئی۔اس سے واضح ہوگیا کہ ضعیف حدیث سے سنیت واستحباب کا ثبوت ہوتا ہے۔

(2)علامہ سید ابن عابدین شامی نے رقم فرمایا:(یسن الخط کما ھو الروایة الثانیة عن محمد لحدیث ابی داؤد:(فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطا) وھو ضعیف لکنه یجوز العمل به فی الفضائل-ولذا قال ابن الھمام: والسنة اولٰی بالاتباع)(ردالمحتار علی الدرالمختار:جلداول:ص637)

ترجمہ:(نمازی کو)خط کھینچنا سنت ہے جیسا کہ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی (۱۳۲ھ-۱۸۹ھ) سے دوسری روایت ہے،حدیث ابوداؤد کی وجہ سے کہ:(اگر اس کے پاس عصا نہ ہوتو خط کھینچ لے)اور یہ حدیث ضعیف ہے،لیکن فضائل میں اس پر عمل کرنا جائز ہے،اسی لیے امام ابن ہمام حنفی نے فرمایا:حدیث اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

حدیث ضعیف سے سنیت کا ثبوت محل اعتراض میں ہے،جیسا کہ درج ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کیا ضعیف حدیث سے سنت کا ثبوت ہوتا ہے؟

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز(۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)نے تحریر فرمایا:

(لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیة بعد ما ذکر حدیث ابن ماجة عن الفاکه وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللّٰه تعالٰی عنھم فی اغتسال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم-وقال فی ان اسانید ھذه ضعفاء ما نصه-واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردة فیه یبلغ درجة الحسن-والا لندب-وفی ذلک تأمل-اه

فقد اشار رحمه اللّٰه تعالٰی ان الضعیف لا یفید الاستنان-ولک ان

تقول: ان السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسه کما صرحوا بهما فيتجه کلام الشامی والقاری–وبه يحصل التوفيق بين الروايتين عن علمائنا فی المسئلة اعنی مسئلة الخط –فمن اثبت، اراد الاستحسان–و من نفی، نفی الاستنان–وقد کان متأيدا بما فی الحلية–هل ينوب الخط بين يديه منابها–فعن ابی حنيفة وهو احدی الروايتين عن محمد انه ليس بشئ ای ليس مسنون–اھ) (فتاویٰ رضویہ: جلد دوم: ص519.518)

ترجمہ: لیکن امام ابن امیر الحاج نے حلیۃ المجلی میں حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل فرمانے سے متعلق حضرت فاکہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ماجہ کی حدیث اور ابو رافع سے بزار کی حدیث ذکر کرنے کے بعد رقم کیا:

ان سندوں میں ضعیف راوی ہیں جیسا کہ منصوص ہے اور عیدین کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ اگر ہم یہ تسلیم کریں کہ اس بارے میں متعدد سندوں کے وارد ہونے کی وجہ سے حدیث حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے، ورنہ غسل عیدین مستحب ہے اور اس میں غور کر لو۔

پس امام ابن امیر الحاج نے اشارہ فرمایا کہ ضعیف حدیث سنیت کا افادہ نہیں کرتی ہے اور تم کہہ سکتے ہو کہ سنت کا اطلاق کبھی مستحب پر ہوتا ہے، جیسا کہ مستحب کا اطلاق سنت پر ہوتا ہے جیسا کہ علما نے ان دونوں کی تصریح کی، پس علامہ شامی اور ملا علی قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی سے مسئلہ یعنی خط کے مسئلہ میں ہمارے علما سے مروی دو روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی، پس جنہوں نے ثابت کیا، انہوں نے استحباب ثابت کیا اور جنہوں نے نفی کی، انہوں نے سنیت کی نفی کی، جیسا کہ حلیۃ المجلی سے اس کی تائید ہو گئی کہ کیا خط کھینچنا عصا کے قائم مقام ہے تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو روایتوں میں سے ایک امام محمد بن حسن شیبانی سے مروی ہے کہ یہ کچھ نہیں، یعنی سنت نہیں ہے۔

الحاصل سنت سے مستحب مراد ہے اور حدیث ضعیف سے سنیت کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

حدیث ضعیف سے اباحت کی تائید

امام ابن امیر الحاج حنفی (۸۲۵ھ-۸۷۹ھ) نے رقم فرمایا: (الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال-فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر)

(حلیۃ المجلی شرح منیۃ المصلی: سنن الغسل: ص165-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: جمہور علما کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اس اباحت کو باقی رکھنے کے زیادہ لائق ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

اچھی نیت سے جائز امر کا مستحب ہونا

حدیث موضوع حدیث نہیں ہے۔اگر کسی مضمون سے متعلق موضوع حدیث وارد ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حدیث سے کچھ بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔اس کا ورود یا عدم ورود دونوں مساوی ہیں۔اب اصل کی جانب رجوع ہوگا۔اگر قواعد شرعیہ سے ممانعت ثابت ہو تو وہ امر ممنوع ہوگا اور اگر اباحت ثابت ہو تو مباح رہے گا اور مباح بہ نیت حسن مستحسن ہو جاتا ہے۔حدیث کے موضوع ہونے سے کوئی فعل ممنوع نہیں ہو جاتا ہے۔موضوع تو خود ہی باطل و بے اثر ہے، پس حدیث موضوع سے کسی امر کے عدم جواز پر دلیل لانا بداہۃً باطل ہے۔آج کل وہابیہ اہل سنت کو کبھی حدیث کو موضوع،کبھی ضعیف بتا کر امور مباحہ سے منع کرتے ہیں۔ممانعت وحرمت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔جو ممنوع نہیں، وہ جائز ہے۔

(1) امام طحطاوی نے (اما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال) کے تحت رقم فرمایا: (ای حیث کان مخالفًا لقواعد الشریعۃ-واما اذا کان داخلًا فی اصل عام فلا مانع منہ-لا لجعلہ حدیثًا-بل لدخولہ تحت الاصل العام)

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جلداول:ص75-دارالمعرفہ بیروت)

ترجمہ: لیکن موضوع پر کسی حال میں عمل کرنا جائز نہیں، یعنی جب وہ قواعد شرعیہ کے مخالف ہو،لیکن جب کسی اصل عام کے تحت داخل ہوتو عمل سے کوئی مانع نہیں (درحقیقت اصل عام پر عمل ہوگا) ایسانہیں کہ موضوع کو حدیث بنادینے کی وجہ سے (عمل ہوا)، بلکہ اس امر کے اصل عام کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے (عمل ہوا)

(2) امام ابن نجیم مصری (۹۲۶ھ-۹۷۰ھ) نے رقم فرمایا: (اما المباحات فانها تختلف صِفَتُهَا بِاعْتِبَارِ مَا قُصِدَتْ لِاَجْلِهٖ-فَاِذَا قُصِدَ بِهَا التَّقَوِّیْ عَلَی الطَّاعَاتِ اَوِالتَّوَصُّلُ اِلَیْهَا کَانَتْ عِبَادَةً کَالْاَکْلِ وَالنَّوْمِ وَاِکْتِسَابِ الْمَالِ وَالْوَطْئِ) (الاشباہ والنظائر: القاعدۃ الاولیٰ: جلداول: ص24)

ترجمہ: لیکن جائز امور تو اس کی صفت اس کے مقصود کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، پس جب اس سے طاعات پر تقویت یا طاعات تک پہنچنا مقصود ہوتو وہ عبادت ہوجائیں گے جیسے کھانا، سونا، مال کا حاصل کرنا اور قربت کرنا۔

مثلاً کھانا اس نیت سے کہ جہاد میں تقویت ہوگی۔ سونا اس نیت سے ہو کہ رات کی عبادت میں خشوع رہے۔کسب مال بایں نیت ہو کہ اولاد کی پرورش، والدین اوراہل قرابت کی خدمت وامور خیر میں صرف ہو۔قربت بایں نیت کہ اولاد ہو،اور تکثیر مسلمین ہو۔

(3) علامہ سید ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے عقیقہ کے بارے میں رقم فرمایا: (وَاِنْ قُلْنَا: اِنَّهَا مُبَاحَةٌ-لٰکِنْ بِقَصْدِ الشُّکْرِ تَصِیْرُ قُرْبَةً فَاِنَّ النِّیَّةَ تُصِیِّرُ الْعَادَاتِ عِبَادَاتٍ وَالْمُبَاحَاتِ طَاعَاتٍ) (ردالمحتار: جلد ششم: ص326)

ترجمہ: اگر چہ ہم کہیں کہ عقیقہ جائز ہے،لیکن وہ شکر خداوندی ادا کرنے کے قصد سے قربت ہوجائے گا،اس لیے کہ نیت عادات کو عبادات اور مباحات کو طاعات بنادیتی ہے۔

الحاصل اچھی نیت کے سبب جائز امور عبادت اور قابل اجر وثواب ہوجاتے ہیں۔

حدیث کے ضعف وصحت میں اختلاف

بعض حدیث کو بعض اہل علم ضعیف قرار دیتے ہیں اور بعض علما اسی حدیث کو صحیح ثابت کرتے ہیں، نیز حدیث کا صحیح وضعیف ہونا ظنی ہے، قطعی نہیں۔امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کی کتاب ''التعقبات علی الموضوعات'' اور بیان موضوعات کی دیگر کتب ورسائل میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیذ تمر سے وضو کرنے کو صحیح قرار دیا۔

اس پر بحث کرتے ہوئے امام ابن نجیم مصری حنفی نے تحریر فرمایا:(قال العلامة نوح افندی فی حواشی الدرر بعد نقل کلام الطحاوی اقول:حاشاه ثم حاشاه ثم حاشاه ان یبنی شیئًا فی دین اللّٰہ تعالیٰ علیٰ ما لا اصل له-بل اصل اصیل عنده-فالحدیث بالنسبة الیه صحیح وان کان بالنسبة الیٰ غیره ضعیفًا-فالعبرة فی هذا الباب برأی المجتهد، لا برأی غیره-وقوله:لا اصل له،مردود-لانه مشعربانه موضوع-ولیس کذلک لان غایة ما قیل فیه-انه ضعیف وهوغیرالموضوع.

علیٰ ان الحسن والصحة والضعف باعتبار السند ظنًّا علی الصحیح -اما فی الواقع فیجوز ضعف الصحیح وصحة الضعیف-فلا ینقطع بصحة صحیح ولا ضعف ضعیف لاحتمال ان یکون الواقع خلافه-مع ان الحدیث الواحد قد یکون صحیحًا عند البعض ،ضعیفًا عند الأخر-فدار علیٰ اجتهاد المجتهد فاذا بنیٰ علیٰ حدیث حکمًا یجب علیٰ من قلده ان یاخذه بالقبول-ولا یلتفت الیٰ قول من ضَعَّفَهٗ بَعْدَهٗ -وکم فی کتب الفقه من الاحتجاج بمثل ذلک)(البحرالرائق: جلددوم:ص25)

ترجمہ: علامہ نوح آفندی بن مصطفیٰ رومی حنفی (م ۱۰۷۰ھ) نے حاشیہ درروغرر میں امام طحاوی کا کلام نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بالکل بری ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے کسی مسئلہ کی بنیاد ایسے امر پر رکھیں جس کی کوئی اصل نہ ہو، بلکہ حضرت امام اعظم کے یہاں مضبوط اصل ہے، پس حدیث ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے صحیح ہے، اگر چہ ان کے علاوہ کے یہاں ضعیف ہے، پس اس باب میں مجتہد کی رائے کا اعتبار ہے، نہ کہ غیر کی رائے کا اور امام طحاوی کا قول ''لا اصل لہ'' قابل رد ہے، اس لیے کہ یہ بتاتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ایسا نہیں ہے، کیوں کہ اس باب میں زیادہ سے زیادہ جو کہا گیا، وہ یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ موضوع نہیں ہے۔

نیز صحیح مسلک کے مطابق سند کے اعتبار سے حسن، صحت اور ضعف ظنی امر ہے، لیکن نفس الامر میں جائز ہے کہ صحیح حدیث ضعیف ہو، اور ضعیف حدیث صحیح ہو، پس حدیث صحیح کی صحت اور حدیث ضعیف کا ضعف اس احتمال سے خالی نہیں کہ حقیقت اس کے برخلاف ہو، باوجود اس کے ایک حدیث کبھی بعض محدث کے یہاں صحیح ہوتی ہے اور دوسرے محدث کے یہاں ضعیف، پس اس امر کا مدار مجتہد کے اجتہاد پر ہے تو جب مجتہد نے کسی حکم کی بنیاد کسی حدیث پر رکھی تو اس کے مقلد پر اسے قبول کرنا واجب ہے اور اس کے قول کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جس نے ان کے بعد اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور فقہ کی کتابوں میں اس قسم کی حدیثوں سے بہت سے مقامات پر استدلال ہے۔

حدیث ضعیف کا ضعف یقینی نہیں

(1) امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) تحریر فرمایا: (لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر-بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحًا فی نفس الامر فیجوز ان تقترن قرینۃ

تحقق ذلک-وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ)

(فتح القدیر: جلد اول: ص266-مطبعہ میمنیہ مصر)

ترجمہ: ضعیف کا معنی یہ نہیں کہ وہ (حدیث) نفس الامر میں باطل ہے، بلکہ جو محدثین کے یہاں معتبر شروط کے ساتھ ثابت نہ ہو (وہ حدیث ضعیف کہلاتی ہے)، باوجودے کہ جائز ہے کہ وہ نفس الامر میں صحیح ہو، پس ہوسکتا ہے کہ کوئی قرینہ (اس سے) مقترن ہو جو اسے (قابل استدلال) ثابت کردے اور یہ (بھی جائز ہے) کہ ضعیف راوی نے اس خاص متن میں عمدہ راہ اختیار کی ہو تو اس (حدیث کی صحت) کا حکم دیا جائے گا۔

(2) حافظ ابن صلاح ابوعمرو تقی الدین شہرزوری (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے تحریر فرمایا: (**اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعًا بانہ کذب فی نفس الامر-اذ قد یکون صدقًا فی نفس الامر-وانما المراد بہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور**) (مقدمہ ابن صلاح: ص8)

ترجمہ: جب محدثین کسی حدیث کے بارے میں کہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ حقیقت میں جھوٹی ہے، اس لیے کہ کبھی وہ حقیقت میں صحیح ہوتی ہے اور محدثین کی مراد اس سے یہ ہے کہ اس کی سند شرط مذکور پر صحیح نہیں ہے۔

(3) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا: (**اذا قیل حدیث ضعیف فمعناہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور-لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب**) (تدریب الراوی: جلد اول: ص76)

ترجمہ: جب کہا جائے کہ حدیث ضعیف ہے تو اس کا معنی ہے کہ اس کی سند مذکورہ شرط کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ نفس الامر میں جھوٹی ہے، اس لیے کہ جھوٹے کا سچ بولنا ممکن ہے۔

(4) امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے تحریر فرمایا: (**ان وصف الحسن**

والصحیح والضعیف انما ھوباعتبار السند ظنًّا–اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعف) (فتح القدیر: جلد دوم: جلد دوم: ص401)

ترجمہ: حسن، صحیح اور ضعیف کا وصف صرف سند کے اعتبار سے ظنی طور پر ہے، لیکن حقیقت میں تو صحیح کا غلط ہونا اور ضعیف کا صحیح ہونا ممکن ہے۔

(5) محدث ملا علی قاری (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا: (المحققون علٰی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظا ھرفقط–مع احتمال کون الصحیح موضوعًا وعکسہ–کذا افادہ الشیخ ابن حجر المکی)

(الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: جلد اول: ص336)

ترجمہ: محققین کا مذہب ہے کہ صحت، حسن اور ضعف وہ صرف ظاہری طور پر ہے، صحیح کے موضوع اور موضوع کے صحیح ہونے کے احتمال کے ساتھ۔ ایسا ہی امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے فرمایا۔

حدیث ضعیف پر ترک عمل اور اس کا وبال

(1)(عن ابی عمرومحمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال: قلت یومًا ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء–فاصابنی البرص فرأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی–فقال: ایاک والاستھانۃ بحدیثی–فقلت: تبت یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و سلم–فانتبھت وقد عافانی اللّٰہ تعالٰی وذھب ذلک عنی)

(مسند الفردوس-اللآلی المصنوعۃ للسیوطی: جلد دوم: ص342)

ترجمہ: ابوعمرو محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری نے بیان کیا: ایک دن میں نے سوچا، یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو میں نے بدھ کے دن فصد کرا لیا، پس مجھے برص آ گیا، پھر میں خواب

میں حضور اقدس رحمت کل جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے اپنا حال حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا، پس حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حدیث کی توہین سے بچو تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے توبہ کی، پھر میں بیدار ہو گیا اور رب تعالیٰ عزوجل نے مجھے شفا عطا فرما دیا اور مجھ سے برص دور ہو گیا۔

(2)(عن ابی معین حسین بن الحسن الطبری یقول:اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام:اد ع لی الحجام–فلما ولی الغلام– ذکرت خبر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم:(من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابه وضح فلا یلومن الا نفسه)

قال:فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت:ھذا حدیث فی اسناده بعض الضعف–فقلت للغلام:اد ع الحجام لی فدعاه–فاحتجمت فاصابنی البرص فرأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فی النوم–فشکوت الیه حالی–فقال:ایاک والاستھانة بحدیثی–فنذرت للّٰہ نذرا لئن اذھب اللّٰہ ما بی من البرص،لم اتھاون فی خبر النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم صحیحا کان او سقیما– فذھب اللّٰہ عنی ذلک البرص)

(اللآ لی المصنوعۃ للسیوطی: جلد دوم: ص342-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: ابو معین حسین بن حسن طبری بیان کرتے ہیں: میں نے سنیچر کے دن حجامت کا ارادہ کیا تو میں نے غلام کو کہا: میرے لیے حجام بلاؤ، پس جب غلام چلا گیا تو مجھے حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یاد آئی: (جو سنیچر کو حجامت بنائے، پھر اسے کوئی مرض پہنچے تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے) انہوں نے کہا: پس میں نے غلام کو بلایا، پھر میں سوچا، پس میں نے کہا: اس حدیث کی سند میں کچھ ضعف ہے تو میں نے غلام کو کہا: میرے

لیے حجام بلاؤ تو اس نے بلایا، پھر میں نے حجامت بنوائی تو مجھے برص آ لگا، پس میں نے خواب میں حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے اپنا حال بیان کیا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حدیث کی توہین سے بچو، پھر میں نے اللہ تعالیٰ عزوجل سے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے برص کو دور فرما دے تو میں حضور اقدس شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی توہین نہ کروں گا، خواہ وہ صحیح ہو یا سقیم، پس اللہ تعالیٰ میرا برص دور فرما دیا۔

(3) امام شہاب الدین خفاجی مصری حنفی (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے رقم فرمایا:

(قص الاظفار وتقلیمها سنة-وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص-وحکی عن بعض العلماء انه فعله،فنهی عنه فقال:لم یثبت هذا-فلحقه البرص من ساعته-فرأی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه-فقال له-اَ لَمْ تَسْمَعْ نَهْیِیْ عَنْهُ-فقال:لم یصلح عندی-فقال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم:یکفیک انه سمع-ثم مسح بدنه بیده الشریفة-فذهب ما به فتاب عن مخالفة ما سمع)

(نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض: جلد اول: ص 344- دار الفکر بیروت)

ترجمہ: ناخن کاٹنا سنت ہے اور بدھ کے دن ناخن کاٹنے سے ممانعت وارد ہوئی، کیوں کہ یہ برص لاتا ہے اور بعض علما کی حکایت ہے کہ وہ ایسا کرنے لگے تو انہیں منع کیا گیا، پس انہوں نے کہا: یہ حدیث ثابت نہیں ہے، پس انہیں فوراً برص لاحق ہو گیا تو انہوں نے اپنے خواب میں حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، پس انہوں نے حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حالت بیان کی تو حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے اس سے میری ممانعت نہ سنی؟

پس انہوں نے عرض کیا: میرے نزدیک وہ ثابت نہ ہوئی، پس حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرا سن لینا ہی کافی ہے، پھر حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے ان کے بدن کو مس فرمایا، پس ان کی بیماری دور ہو گئی اور انہوں نے سنی ہوئی حدیث کے خلاف کرنے سے توبہ کر لی۔

صاحب واقعہ امام محمد بن محمد بن محمد بن حاج مالکی عبدری فاسی (م ۷۳۷ھ) تھے۔

(4) علامہ سید احمد طحطاوی حنفی (م ۱۲۳۱ھ) نے رقم فرمایا: **(ورد فی بعض الأثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث البرص-وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء فتذکر ذلک فترک-ثم رأی ان قص الاظفار سنة حاضرة ولم یصح عنده النهی فقصها فلحقه ای اصابه البرص-فرأی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فی النوم.**

فقال: اَ لَمْ تَسْمَعْ نَهْیِیْ عن ذلک-فقال: یا رسول اللّٰہ! لم یصح عندی ذلک-فقال: یکفیک ان تسمع-ثم مسح صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم علٰی بدنه فزال البرص جمیعًا-قال ابن الحاج رحمه اللّٰہ تعالٰی: فجددت مع اللّٰہ توبة انی لا اخالف ما سمعت عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم ابدًا)

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جلد چہارم: ص202-دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: جس بعض حدیثوں میں بدھ کے دن ناخن تراشنے سے ممانعت وارد ہوئی، کیوں کہ وہ برص لاتا ہے اور صاحب مدخل امام ابن حاج مالکی (م ۷۳۷ھ) سے مروی ہے کہ انہوں نے بدھ کے دن ناخن تراشنے کا قصد کیا، پس انہیں حدیث یاد آئی تو انہوں نے ترک کر دیا، پھر انہوں نے سوچا کہ ناخن تراشنا سنت ثابتہ ہے اور ممانعت کی حدیث ان کے یہاں ثابت نہ ہوئی تو انہوں نے ناخن تراش لیا، پس انہیں وہ آ لگا یعنی برص، پھر انہوں نے حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ے فرمایا: کیاتو نے اس سے میری ممانعت نہ سنی؟ توانہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے نزدیک وہ ثابت نہ ہوئی، پس حضوراقدس معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تجھے سن لینا کافی ہے، پھر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بدن کومس فرمایاتو سارابرص ختم ہوگیا۔امام ابن حاج مالکی نے بیان کیا: پس میں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تجدید کی کہ میں کبھی بھی اس کی مخالفت نہ کروں گا جومیں حضوراقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے سنوں۔

احادیث ضعیفہ اوراہل کشف

بہت سی احادیث محدثین کے یہاں ضعیف ہوتی ہیں اوراہل کشف اسے صحیح ثابت کرتے ہیں، نیز بہت سی ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جوموجودہ کتابوں میں مرقوم نہیں۔

(1) امام عبدالوہاب شعرانی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے حدیث نبوی: (اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم) کے بارے میں رقم فرمایا: (هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين-فهو صحيح عند اهل الكشف)

(میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلداول: ص30- مصطفی البابی مصر)

ترجمہ: س حدیث میں اگرچہ محدثین کوکلام ہے، پس وہ اہل کشف کے یہاں صحیح ہے۔

(2) امام شعرانی نے تحریرفرمایا: (كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: (مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ،طهر قلبه من النفاق كما يطهر الثوب بالماء) وكان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: (من قال: صلى الله علىٰ محمد-فقد فتح علىٰ نفسه ستين بابًا من الرحمة-والقى الله محبته فى قلوب الناس-فلا يبغضه الا من فى قلبه نفاق) قال شيخنا رضى الله تعالىٰ عنه: هذا الحديث والذى قبله رويناهما عن بعض العارفين عن الخضر عليه الصلوٰة والسلام عن

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم-وھما عندنا صحیحان فی اعلیٰ درجات الصحۃ وان لم یثبتھما المحدثون علیٰ مقتضی اصطلاحھم)

(کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ: جلد اول:ص345-دار الفکر بیروت)

ترجمہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے:(جو شخص مجھ پر درود پڑھے، اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے پانی سے کپڑا پاک ہوجاتا ہے)اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے:(جو"صلی اللہ علی محمد" کہے تو اس نے اپنے لیے رحمت کے ساٹھ دروازے کھول لیا اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے ، پس اس سے صرف وہی بغض رکھتا ہے جس کے دل میں نفاق ہو)ہمارے شیخ (حضرت سیدی علی خواص برلسی (م۹۴۹ھ)رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:یہ حدیث اور اس سے ماقبل کی حدیث ہم نے بعض عارفین سے،وہ حضرت خضر علیہ السلام سے،انہوں نے حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی اور وہ دونوں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہیں،اگرچہ محدثین اس کو اپنی اصطلاح کے مطابق ثابت نہیں مانتے ہیں۔

(3)ملاعلی قاری حنفی(۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ)نے رقم فرمایا:(رواہ الترمذی وقال: غریب-والعمل علیٰ ھذا عند اھل العلم-قال النووی:واسنادہ ضعیف، نقلہ میرک-فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم والعلم عنداللّٰہ تعالیٰ کما قال الشیخ محی الدین ابن العربی:انہ بلغنی عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ من قال:لا الہ الااللّٰہ سبعین الفًا غفر اللّٰہ تعالیٰ لہ-ومن قیل لہ:غفرلہ ایضًا-فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص فحضرت طعامًا مع بعض الاصحاب-وفیھم شاب مشھور بالکشف فاذا ھوفی اثناء الاکل اظھر البکاء-فسألتہ عن السبب-فقال:اریٰ امی فی العذاب-فوھبت فی باطنی

ثواب التهليلة المذكورة لها-فضحك وقال:انی اراها الاٰن فی حسن المآب-فقال الشيخ:فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث) (مرقاۃ المفاتیح: جلدسوم:ص98-مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:اس حدیث کوامام ترمذی نے روایت کیااور فرمایا:غریب ہے اور اہل علم کے یہاں اس حدیث پرعمل ہے۔امام نووی نے کہا:اس کی سند ضعیف ہے۔اسے علامہ سید میرک نے نقل کیا،پس گویا کہ امام ترمذی اہل علم کے عمل سے اس حدیث کوقوت دینا چاہتے ہیں اور علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے،جیسا کہ حضرت شیخ اکبرمحی الدین ابن عربی (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ) نے بیان کیا کہ مجھے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خبرپہنچی کہ جس نے ''لاالہ الااللہ'' ستر ہزار بار کہا،اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گااور جس کے لیے پڑھا گیا، اس کی بھی مغفرت فرمادے گا،پس میں بغیرکسی کی خاص نیت کیے ہوئے مروی تعداد کے مطابق تہلیل پڑھا تھا،پھر میں اپنے بعض دوستوں کے ساتھ ایک کھانے (کی دعوت) میں حاضر ہوا،اوران میں کشف میں مشہور ایک نوجوان تھا،پس وہ کھانے کے درمیان آہ وزاری ظاہر کیا تو میں نے اس سے سبب پوچھا:اس نے کہا:میں اپنی ماں کوعذاب میں دیکھتا ہوں، پس میں نے اپنے باطن میں مذکورہ تہلیل کا ثواب اسے بخش دیا تو وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا: اب میں اپنی ماں کواچھے ٹھکانے میں دیکھتا ہوں تو میں نے حدیث کی صحت کواس کے کشف کی صحت سے جانااور اس کے کشف کی صحت کوحدیث کی صحت سے جانا۔

تجربات اور احادیث ضعیفہ

ضعف سند کذب واقعی کومستلزم نہیں ہے۔اگرکسی حدیث میں جوبات مذکورہو،اس پر علما وصلحا کا تجربہ گزر چکا ہو،اور تجربہ کے اعتبار سے مفہوم حدیث ثابت ہوتو یہ تجربہ سند کے قائم مقام ہے اوراس حدیث کوقابل عمل سمجھا جاتا ہے۔ذیل کی حدیث میں راوی عمر بن

ہارون بلخی سخت مجروح ہے،لیکن حدیث میں مذکورہ نماز حاجت اکابر علمائے کرام ومشائخ عظام کے یہاں مجرب ہے،اس لیے اس نماز کو مستحب نمازوں میں شمار کیا گیا ہے۔

امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن فضل جوزی اصبہانی (۴۵۷ھ-۵۳۵ھ) وامام منذری نے رقم فرمایا:(اخبرنا احمد بن علی بن خلف اخبرنا الحاکم ابو عبد اللّٰہ اخبرنا محمد بن القاسم بن عبد الرحمن العتکی حدثنا محمد بن اشرس السلمی حدثنا عامربن خداش النیسابوری حدثنا عمر بن ھارون البلخی عن ابن جریج عن داؤد بن ابی عاصم عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:اثنتا عشر رکعة تصلیھن من لیل اونھار وتتشھد بین کل رکعتین فاذا تشھدت فی آخر صلٰوتک-فاثن علی اللّٰہ عز وجل وصل علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم-واقرأ وانت ساجد فاتحة الکتاب سبع مرات واٰیة الکرسی سبع مرات-وقل:(لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ،لہ الملک ولہ الحمد وھوعلٰی کل شئ قدیر)عشر مرات-ثم قل:(اللّٰھم انی اسألک بمعاقد العز من عرشک ومنتھی الرحمة من کتابک واسمک الاعظم وجدک الاعلٰی وکلماتک التامة)ثم سل حاجتک ثم ارفع رأسک ثم سلم یمینًا وشمالًا-ولا تعلموھا السفھاء فانھم یدعون بھا فیستجابون)

(الترغیب والترہیب لقوام السنہ:جلدسوم:ص321-322-مکتب رایۃ التوحید)

(الترغیب والترہیب للمنذری:جلداول:ص274-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا:حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:تم دن یا رات میں بارہ رکعت پڑھو،اور ہر دو رکعت کے درمیان تشہد پڑھو،پس جب اپنی نماز کے آخر میں تشہد

پڑھوتو اللہ تعالیٰ عزوجل کی ثنا بیان کرو،اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھو،اور حالت سجدہ میں سات بار سورہ فاتحہ اور سات بار آیۃ الکرسی پڑھو،اور دس بار کہو:(لا الٰـہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ،لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر)

پھر کہو:(اللّٰھم انی اسألک بمعاقد العز من عرشک ومنتھی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وجدک الاعلیٰ وکلماتک التامۃ)

پھر(اللہ تعالیٰ عزوجل سے)اپنی حاجت وضرورت مانگو،پھر اپنے سر کو اٹھاؤ،پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرو،اور بے وقوفوں کو اس نماز کی تعلیم مت دو،کیوں کہ وہ اس نماز کے ذریعہ دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول ہو جائے گی۔

منقولہ بالا روایت میں جو سند مرقوم ہے،وہ حافظ قوام السنہ اصبہانی کی سند ہے۔

امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری کی ترغیب وترہیب میں مکمل سند مرقوم نہیں۔

امام منذری وقوام السنہ نے رقم فرمایا:(رواہ الحاکم وقال قال احمد بن حرب:قد جربتہ فوجدتہ حقًّا– وقال ابراھیم بن علی الدبیلی:قد جربتہ فوجدتہ حقًّا–وقال الحاکم–وقال لنا ابو زکریا: قد جربتہ فوجدتہ حقًّا–قال الحاکم:قد جربتہ فوجدتہ حقًّا) (الترغیب والترہیب: جلد اول: ص 274-مکتبہ شاملہ:الترغیب والترہیب لقوام السنہ: جلد سوم:ص 322-مکتب رایۃ التوحید)

ترجمہ:محدث احمد بن حرب نے بیان کیا: میں نے اس نماز کو آزمایا ہے،پس میں نے اس کو حق پایا۔حضرت ابراہیم بن علی ذہلی نے بیان کیا: میں نے اس نماز کو آزمایا ہے، پس میں نے اس کو حق پایا۔حاکم نیشاپوری نے کہا: مجھ سے ابوزکریا نے بیان کیا: میں نے اس نماز کو آزمایا ہے،پس میں نے اسے حق پایا۔حاکم ابوعبد اللہ نیشاپوری(۳۲۱ھ-۴۰۵ھ) نے بیان کیا: میں نے اس نماز کو آزمایا ہے،پس میں نے اسے حق پایا۔

مذکورہ تمام حضرات نے فرمایا کہ ہم نے اس نماز کو آزمایا ہے تو ہم نے اس کو حق پایا،

یعنی قضائے حاجت کے باب میں اس نماز کو مفید پایا، پس تجربہ سے اس روایت کی صحت ثابت ہوگئی، اگرچہ سند قابل اعتماد نہ ہو، پس ایسے مقام پر تجربہ کافی ہے۔

امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری (۵۸۱ھ-۶۵۶ھ) نے رقم فرمایا:

(والاعتماد فی مثل هذا علی التجربة-لَا عَلَی الْاِسْنَادِ:واللّٰہ اعلم)

(الترغیب والترہیب: جلداول:ص275-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہے، نہ کہ سند پر: واللہ تعالیٰ اعلم

مذکورہ حدیث کے راوی عمر بن ہارون بلخی شدید مجروح ہیں۔اس کے باوجود یہ نماز تجربہ کے ذریعہ قابل قبول تسلیم کی گئی اور صالحین اس نماز کو ادا کرکے برکات وحسنات پائے۔

امام دارقطنی (م۳۸۵ھ) نے رقم فرمایا:(عمر بن هارون البلخی ضعیف)

(کتاب الضعفاء والمتروکین:ص16)

ترجمہ: عمر بن ہارون بلخی ضعیف ہے۔

حافظ عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے رقم فرمایا:

(عن یحیی ین معین قال:عمر بن هارون البلخی لیس بشیٔ)

(کتاب الجرح والتعدیل: جلد ششم:ص140)

ترجمہ: امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین نے فرمایا: عمر بن ہارون بلخی ناقابل اعتماد ہے۔

حافظ عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم رازی نے رقم فرمایا:(عن یحیی بن معین یقول: عمر بن هارون کذاب)(کتاب الجرح والتعدیل: جلد ششم:ص140)

ترجمہ: امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: عمر بن ہارون کذاب ہے۔

حافظ ابونعیم اصبہانی نے رقم فرمایا:(عمر بن هارون البلخی عن ابن جریج والاوزاعی وشعبة المناکیر-لا شیٔ)(الضعفاء للاصبہانی: جلداول:ص113)

ترجمہ: عمر بن ہارون بلخی محدث ابن جریج، امام اوزاعی اور محدث شعبہ سے منکر

حدیثیں روایت کرتا ہے۔وہ نا قابل اعتماد ہے۔

حافظ عبداللہ بن عدی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے رقم فرمایا:(قال النسائی :عمر بن هارون البلخی متروک الحدیث)(الکامل فی ضعفاء الرجال: جلد پنجم:ص30)

ترجمہ:امام نسائی نے فرمایا:عمر بن ہارون بلخی متروک الحدیث ہے۔

قطعی کا ترک اور ضعیف حدیث پرعمل

کبھی کسی خاص سبب سے حدیث ضعیف پرعمل ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کی وجہ سے دلیل قطعی منسوخ قرار پاتی ہے،لیکن اس کے خاص مواقع ہیں۔تفصیل درج ذیل ہے۔

(1)امام شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے رقم فرمایا:(وکذا اذا تلقت الامة الضعیف بالقبول،یعمل به علی الصحیح حتّٰی انه ینزل منزلة المتواتر فی انه ینسخ المقطوع به–ولهذا قال الشافعی رحمه اللّٰه فی حدیث:(لا وصیة لوارث)انه لا یثبته اهل الحدیث–ولکن العامة تلقته بالقبول–وعملوا به حتّٰی جعلوه ناسخًا لأیة الوصیة)(فتح المغیث: جلداول:ص289)

ترجمہ:اوراسی طرح جب علمائے امت کسی حدیث ضعیف کوقبول کرلیں توصحیح مذہب کے مطابق اس پرعمل کیا جائے گا، یہاں تک کہ اسے حدیث متواتر کے درجہ میں رکھا جاتا ہے ،اس بارے میں کہ اس سے قطعی کومنسوخ قرار دیا جاتا ہے،اسی لیے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث (لاوصیۃ لوارث) کے بارے میں فرمایا کہ محدثین اسے ثابت نہیں مانتے ہیں اور عام علمائے اسلام نے اسے قبول کیا اوراس پرعمل کیا، یہاں تک کہ اسے آیت وصیت کا ناسخ قرار دیا۔

(2)فقیہ فخر الدین عثمان زیلعی حنفی (م۷۴۳ھ) نے رقم فرمایا:(اذا اتفق الناس علٰی ترک العمل بالحدیث المرفوع لا یجوز العمل به–لانه دلیل ضعفه

علٰی ما عرف فی موضعہ) (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: جلد اول: ص 421)

ترجمہ: جب علمائے حدیث مرفوع کے ترک عمل پر متفق ہو جائیں تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ اس کے مقام بحث میں بتا دیا گیا۔

حدیث ضعیف سے صحیح حدیث کی منسوخی

حدیث ضعیف کبھی حدیث صحیح کی ناسخ قرار پاتی ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

امام شمس الدین زرقانی مالکی ازہری مصری (۱۰۵۵ھ-۱۱۲۲ھ) نے رقم فرمایا: (قال السیوطی فی سبیل النجاۃ: مال الٰی ان اللّٰہ تعالٰی احیاھما حتّٰی اٰمنا بہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث-واستندوا الٰی حدیث ضعیف، لا موضوع-کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسھیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصرالدین بن المنیر وابن سید الناس-ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشٰی علیہ الصلاح الصفدی والحافظ ابن ناصر-و قد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخًا للاحادیث الواردۃ بما یخالفہ-ونصوا علٰی انہ متأخر عنھا-فلا تعارض بینہ وبینھا-اھ.

وقال فی الدرج المنیفۃ: جعلوہ ناسخًا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ-ھذا کلام ھذا الجھبذ وھو فی غایۃ التحریر)

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: جلد اول: ص 197-مطبعۃ العامرہ مصر)

ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی نے "سبیل النجاۃ" میں فرمایا: علما اور حفاظ حدیث کی

ایک جماعت اس جانب مائل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور حدیث ضعیف سے استدلال کیا، نہ کہ حدیث موضوع سے، جیسے حافظ ابوبکر خطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ)، حافظ ابن عساکر (۴۹۹ھ-۵۷۱ھ)، حافظ ابن شاہین (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ)، حافظ سہیلی (۵۰۸ھ-۵۸۱ھ)، محبّ طبری (۶۱۵ھ-۶۹۴ھ)، علامہ ناصرالدین بن منیر (۶۲۰ھ-۶۸۳ھ) وابن سید الناس (۶۷۱ھ-۷۳۴ھ) اور اس کو بعض اہل علم نے نقل کیا اور اسی طریقہ پر صلاح صفدی (۶۹۶ھ-۷۶۴ھ) اور حافظ ابن ناصر (۷۷۷ھ-۸۴۲ھ) چلے اور ان ائمہ کرام نے اس حدیث ضعیف کو اس کے مخالف وارد ہونے والی احادیث کا ناسخ قرار دیا اور اس بات کی تصریح کی کہ یہ حدیث ضعیف ان احادیث سے متاخر ہے، پس ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔

اور ''الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفۃ'' میں فرمایا: علما نے اس حدیث کو ناسخ بنایا اور اس کے ضعف کا اعتبار نہیں کیا، اس لیے کہ حدیث ضعیف پر فضائل ومناقب میں عمل کیا جاتا ہے اور یہ ایک منقبت وفضیلت ہے، یہ اس ماہر کا کلام ہے جو انتہائی تحقیقی ہے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب سوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ترک حدیث کے اسباب وعلل

اس باب میں تفصیل مرقوم ہے کہ کب کس حدیث پر عمل ہوگا اور کب عمل نہیں ہوگا، نیز حضرات ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان بسا اوقات احادیث صحیحہ کو ترک کردیتے ہیں، اس کے اسباب وعلل بھی تحریر کردیئے گئے ہیں۔ دراصل عمل کے لیے صحت حدیثی کافی نہیں۔

فصل اول

حدیث کی صحت حدیثی عمل کے لیے کافی نہیں

محدثین کرام کے اصول وقانون یعنی اصول حدیث کے اعتبار سے کسی حدیث کا صحیح ہونا عمل کے لیے کافی نہیں، بلکہ فقہی طور پر حدیث کا صحیح وقابل عمل ہونا لازم ہے اور صرف مجتہد (مجتہد مطلق ومجتہد فی المذہب) کو حدیث کی فقہی صحت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ کو یہ معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے، لہٰذا غیر مجتہد استنباط مسائل کا اہل نہیں۔

(1) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (**فقد صح عنه انه قال: (اذا صح الحديث فهو مذهبي: اه) اقول: يريد الصحة فقهًا - و يستحيل معرفتها الا للمجتهد - لا الصحة المصطلحة عند المحدثين كما بينته في الفضل الموهبي بدلائل قاهرة يتعين استفادتها**)

(فتاویٰ رضویہ: جلد اول: ص133 - جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے: اھ۔ اقول: صحت سے فقہی صحت مراد ہے اور اس کی

معرفت غیر مجتہد کے لیے محال ہے۔ اصطلاح محدثین والی صحت مراد نہیں جیسا کہ میں نے ''الفضل الموہبی'' میں اسے قاہر دلائل سے بیان کیا جس سے استفادہ ضروری ہے۔

(2) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''**اقول**: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) صحتِ حدیث علی مصطلح الاثر وصحتِ حدیث لعمل المجتہدین میں عموم خصوص مطلقاً، بلکہ من وجہ ہے۔ کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ائمہ اُمت واُمنائے ملّت بنظر قرائنِ خارجہ یا مطابقت قواعدِ شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ اُن کا یہ عمل ہی موجبِ تقویت وصحتِ حدیث ہوجاتا ہے۔ یہاں صحت عمل پر متفرع ہوئی، نہ عمل صحت پر''۔

امام ترمذی نے حدیث: **(من جمع بین الصلوٰتین من غیر عذر فقد اتی بابًا من ابواب الکبائر)** (جس شخص نے کسی عذر کے بغیر دونمازوں کو جمع کیا تو بے شک وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔ت) روایت کرکے فرمایا:

(حنش هذا هو ابوعلی الرحبی—وهو حنش بن قیس وهو ضعیف عند اهل الحدیث—ضعفه احمد وغیره—والعمل علیٰ هذا عند اهل العلم)

اس حدیث کا راوی ابوعلی رحبی حنش بن قیس اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف فرمائی اور علماء کا عمل اسی پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

(اشار بذٰلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم—وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به—وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله) یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا کہ حدیث کو قول علما سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے، اگرچہ اس کے لیے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔

امام شمس الدین سخاوی فتح المغیث میں شیخ ابوالقطان سے ناقل:

(ھذا القسم لا یحتج بہ کلہ-بل یعمل بہ فی فضائل الاعمال-و یتوقف عن العمل بہ فی الاحکام-الا اذا کثرت طرقہ او عضدہ اتصال عمل-او موافقۃ شاھد صحیح اوظاھر القرآن)

حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی، بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کریں گے اور احکام میں اس پر عمل سے باز رہیں گے، مگر جب کہ اس کی سندیں کثیر ہوں، یا عمل علما کے ملنے یا کسی شاہد صحیح یا ظاہر قرآن کی موافقت سے قوت پائے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر: باب صفۃ الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں:

(لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر-بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحًا فی نفس الامر-فیجوز ان تقترن قرینۃ تحقق ذلک-وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ) ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ واقع میں باطل ہے، بلکہ یہ کہ اُن شرطوں پر ثابت نہ ہوئی جو محدثین کے نزدیک معتبر ہیں۔ واقع میں جائز ہے کہ صحیح ہو تو ہوسکتا ہے کہ کوئی قرینہ ایسا ملے جو اس جواز کی تحقیق کر دے اور بتا دے کہ ضعیف راوی نے یہ خاص حدیث ٹھیک روایت کی ہے تو اس کی صحت پر حکم کر دیا جائے گا''۔

(رسالہ: الفضل الموہبی: فتاویٰ رضویہ: جلد 27: ص64-65- جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ اصول حدیث کے مطابق حدیث کا ضعیف ہونا ترک حدیث کا سبب نہیں۔ اسی طرح اصول حدیث کے مطابق حدیث کا صحیح ہونا عمل بالحدیث کا سبب نہیں۔ اصول حدیث کے مطابق بہت سی صحیح حدیثوں پر عمل نہ کیا گیا۔ وہاں ترک عمل کا کوئی سبب موجود تھا۔ اس سبب کا ادراک مجتہدین کو ہوتا ہے۔ مقلد اس منزل میں نہیں کہ اسے حدیث کے ترک اور حدیث پر عمل کے سبب کا ادراک حاصل ہو سکے۔

فصل دوم

ترک حدیث کے اسباب وعلل

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''بارہا حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام مجتہد اُس پر عمل نہیں فرماتا، خواہ یوں کہ اس کے نزدیک یہ حدیث نامتواتر نسخ کتاب اللہ چاہتی ہے، یا حدیث آحاد زیادت علی الکتاب کر رہی ہے، یا حدیث موضوع تکرر وقوع وعموم بلویٰ، یا کثرت مشاہدین وتوفر دواعی میں احاد آئی ہے، یا اس پر عمل میں تکرار نسخ لازم آتی ہے، یا دوسری حدیث صحیح اس کی معارض اور وجوہ کثیرہ ترجیح میں کسی وجہ سے اس پر ترجیح رکھتی ہے، یا وہ بحکم جمع وتطبیق وتوفیق بین الادلہ ظاہر سے مصروف ومؤول ٹھیری ہے، یا بحالتِ تساوی وعدم امکان جمع مقبول وجہل تاریخ بعد تساقط ادلہ نازلہ یا موافقت اصل کی طرف رجوع ہوئی ہے، یا عمل علما اس کے خلاف پر ماضی ہے، یا مثل مخابرہ تعامل امت نے راہ خلافت دی ہے، یا حدیث مفسر کی صحابی راوی نے مخالفت کی ہے، یا علت حکم مثل سہم مؤلفۃ القلوب وغیرہ اب منتفی ہے، یا مثل حدیث: (لا تمنعوا اماء اللّٰه مساجد اللّٰه) (اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے مت روکو۔ت) مبنائے حکم حال عصر یا عرف مصر تھا کہ یہاں یا اب منقطع ومنتہی ہے، یا مثل حدیث شبہات اب اس پر عمل ضیق شدید وحرج فی الدین کی طرف داعی ہے، یا مثل حدیث تغریب عام اب فتنہ وفساد ناشی ہے، یا مثل حدیث ضجعہ فجر وجلسہ استراحت منشا کوئی امر عادی یا عارضی ہے، یا مثل جہر بآیۃ فی الظہر احیاناً وجہر فاروق بدعائے قنوت حامل کوئی حاجت خاصہ، نہ تشریع دائمی ہے، یا مثل حدیث (علیک السلام تحیۃ الموتٰی) (''علیک السلام'' مردوں کا سلام ہے۔ت) مقصود مجرد اخبار، نہ حکم شرعی ہے۔

الٰی غیر ذلک من الوجوہ التی یعرفھا النبیہ–ولا یبلغ حقیقۃ کنھھا الا المجتھد الفقیہ (اس کے علاوہ دیگر وجوہ جن کو باخبر لوگ پہچانتے ہیں اور سوائے مجتہد

عالم کے ان کی حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں۔ت)

تو مجرد صحت مصطلحہ اثر، صحت عمل مجتہد کے لیے ہر گز کافی نہیں۔حضرات عالیہ صحابہ کرام سے لے کر پچھلے ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک کوئی مجتہد ایسا نہیں جس نے بعض احادیث صحیحہ کو مؤول یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھہرایا ہو۔

امیر المومنین عمر فارق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ در بارۂ تیمّم جنب پر عمل نہ کیا اور فرمایا: (اتق اللّٰہ یا عمار) (کمافی صحیح مسلم)

(اے عمار! اللہ سے ڈر) (جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ت)

یونہی حدیث فاطمہ بن قیس در بارۂ عدم النفقہ والسکنٰی للمبتوتہ پر اور فرمایا:

(لا نترک کتاب ربنا ولا سنة نبینا بقول امرأة لا ندری لعلها حفظت ام نسیت) (رواہ مسلم ایضاً)

(ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک ایسی عورت کے قول سے نہیں چھوڑیں گے جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ اس نے یاد رکھا، یا بھول گئی) (اس کو بھی مسلم نے روایت کیا۔ت)

یوں ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث مذکور تیمّم پر، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: **(اولم تر عمر-لم یقنع بقول عمار)** (کمافی الصحیحین) (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قول پر قناعت نہیں کی) (جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ت)

یونہی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث مذکور فاطمہ پر، اور فرمایا:

(ما لفاطمة-الا تتقی اللّٰہ) (رواہ البخاری)

(فاطمہ کو کیا ہے، کیا وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی) (اس کو بخاری نے روایت کیا۔ت)

یونہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ:(الوضوء مما مست النار) (اس چیز کی وجہ سے وضولازم ہے کہ جس کو آگ نے چھوا۔ت) پر، اور فرمایا:(اَ نتوضّاء من الدھن انتوضاء من الحمیم) (رواہ الترمذی) (کیا ہم تیل کی وجہ سے وضو کریں گے، کیا ہم گرم پانی کی وجہ سے وضو کریں گے) (اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ت)

یونہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:(انہ لانستلم ھذین الرکنین) (ہم ان دو رکنوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ت) پر، اور فرمایا:(لیس شیء من البیت مھجورًا) (کمافی البخاری) (بیت اللہ شریف میں سے کچھ بھی چھوڑنے کے لائق نہیں) (جیسا کہ بخاری میں ہے۔ت)

یوں ہی جماہیر ائمہ صحابہ وتابعین ومن بعدہم نے حدیث (الوضوء من لحوم الابل) (اونٹوں کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو ہے۔ت) پر:(وھو صحیح معروف من حدیث البراء وجابر بن سمرۃ وغیرھما رضی اللہ تعالیٰ عنھم) (اور یہ حدیث حضرت براء اور جابر بن سمرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صحیح ومعروف مروی ہے۔ت)

امام دارالہجرۃ عالمِ مدینہ سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے:

(العمل اثبت من الاحادیث) عمل علماء حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔

ان کے اتباع نے فرمایا:(انہ لضعیف ان یقال فی مثل ذلک حدثنی فلان عن فلان) ایسی جگہ حدیث سنانا پوچ بات ہے۔

ایک جماعت ائمہ تابعین کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں، فرماتے:(ما نجھل ھذا–ولکن مضی العمل علیٰ غیرہ)

ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے، مگر عمل اس کے خلاف پر گزر چکا۔

امام محمد بن ابی بکر بن جریر سے بارہا ان کے بھائی کہتے: تم نے فلاں حدیث پر کیوں نہ حکم کیا؟ فرماتے:(لم اجد الناس علیه) میں نے علما کو اس پر عمل کرتے نہ پایا۔

بخاری ومسلم کے استاذ الاستاذ امام المحدثین عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے:

(السنة المتقدمة من سنة اهل المدينة خير من الحديث)

اہل مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے۔

(نقل هذه الاقوال الخمسة الامام ابوعبد الله محمد بن الحاج العبدری المکی المالکی فی مدخله فی فصل النعوت المحدثة-وفيه فی فصل فی الصلوٰة علی المیت فی المسجد ما ورد من(ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم صلّی علٰی سهیل بن بیضاء فی المسجد)فلم یصحبه العمل-والعمل عند مالک رحمه الله اقوٰی:الخ)

(ان پانچوں اقوال کو امام ابوعبداللہ محمد بن الحاج العبدری مکی مالکی نے اپنی کتاب ''المدخل'' کی فصل فی النعوت المحدثۃ میں نقل فرمایا اور اسی کتاب میں مسجد کے اندر نماز جنازہ سے متعلق فصل میں مذکور ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مسجد کے اندر سہیل بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ کے بارے میں جو وارد ہے عملِ (علما) اس کی موافقت نہیں کرتا اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک عمل زیادہ مستحکم ہے: الخ۔ت)

(رسالہ: الفضل الموہبی: فتاویٰ رضویہ: جلد 27:ص65-69-جامعہ نظامیہ لاہور)

فصل سوم

عمل بالحدیث کے شرائط اور منازل اربعہ

حنفی، مالکی اور شافعی علما کی صراحت مجھے دستیاب ہوئی کہ صحیح حدیث کے پائے جانے کے وقت امام مجتہد کے قول سے عدول کی شرط ہے کہ یہ بات یقینی ہو کہ وہ صحیح حدیث امام کو نہ مل سکی اور عدم اطلاع کے سبب امام مجتہد نے قیاس کیا۔ چند اقوال درج ذیل ہیں:

(1) امام احمد رضا قادری حنفی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''یقیناً ثابت ہو کہ یہ

حدیث امام کو نہ پہنچی تھی کہ بحال اطلاع مذہب اس کے خلاف ہے، نہ اس کے موافق''۔

(رسالہ: الفضل الموہبی: فتاویٰ رضویہ: جلد 27:ص70-جامعہ نظامیہ لاہور)

(2)امام زرقانی مالکی نے مؤطا امام مالک کی شرح میں تحریر فرمایا:

(قد علم ان کون الحدیث مذهبه-محله اذا علم انه لم یطلع علیه-اما اذا احتمل اطلاعه علیه وانه حمله علىٰ محمل فلا یکون مذهبه)

یعنی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اُس صورت میں ہے جب کہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی، ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی دوسرے محل پر حمل کی تو یہ اس کا مذہب نہ ہوگی۔

(رسالہ: الفضل الموہبی: فتاویٰ رضویہ: جلد 27:ص70-جامعہ نظامیہ لاہور)

(3)شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے (اذا صح الحدیث فہو مذہبی) سے متعلق رقم فرمایا:

(والمختار ههنا هوقول ثالث وما اختاره ابن الصلاح وتبعه النووی وصححه وقال ابن الصلاح:من وجد من الشافعية حديثًا يخالف مذهبه، نظر ان كملت له اٰلة الاجتهاد مطلقًا اوفی ذلک الباب والمسئلة-كان له الاستقلال بالعمل به-وان لم تكمل وشق مخالفة الحديث بعد ان يبحث فلم يجد لمخالفته جوابًا شافيًا عنه فله العمل به ان كان عمل به امام مستقل غيرالشافعی رحمة اللّٰه عليه-ويكون هذا عذرًا فی ترک مذهب امامه ههنا-وَحَسَّنَه النووی وَقَرَّرَه) (عقد الجید:ص44-استنبول:ترکی)

ترجمہ:اور''اذا صح الحدیث فہو مذہبی'' کی تشریح میں مسلک مختار تیسرا قول ہے اور جسے حافظ ابن صلاح شافعی نے اختیار کیا ہے اور امام نووی شافعی نے ان کی پیروی کی اور اسے صحیح قرار دیا۔حافظ ابن صلاح شافعی نے فرمایا:شوافع میں سے جو کوئی عالم ایسی حدیث پائے جو اس کے مذہب کے مخالف ہو تو وہ غور کرے ،اگر اس کی قوت اجتہاد مکمل ہو

مطلقاً (یعنی تمام مسائل فقہیہ میں) یا اس باب میں اور اس مسئلہ میں تو اسے اس حدیث پرعمل کرنے کا مستقل حق ہوگا اور اگر اس کی قوت اجتہاد مکمل نہ ہو، اور حدیث کے خلاف کرنا مشکل ہو بعد اس کے کہ اس نے تفتیش کرلی تو اس حدیث کی مخالفت کا اپنی جانب سے کوئی تشفی بخش جواب نہ پایا تو اسے حدیث پرعمل کرنے کی اجازت ہے، اگر امام شافعی کے علاوہ کسی امام مجتہد مستقل نے اس پرعمل کیا ہو، اور یہ ایک عذر ہے اپنے امام کے مذہب کے ترک کے بارے میں۔ امام نووی شافعی نے اس قول کی تحسین فرمائی اور اسے برقرار رکھا۔

عمل بالحدیث کے لیے چار منازل کی تکمیل لازم

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''بالجملہ موافق مخالف کوئی ذی عقل اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ مجرد صحتِ اثری صحت عملی کو مستلزم نہیں، بلکہ محال ہے کہ مستلزم ہو، ورنہ ہنگامِ صحت متعارضین قول بالمتنافیین لازم آئے اور وہ عقلاً ناممکن تو بالیقین اقوال مذکورہ سوال اور ان کے امثال میں صحتِ حدیث سے صحتِ عملی اور خبر سے وہی خبر واجب العمل عند المجتہد مراد، پھر نہایت اعلیٰ بدیہات سے ہے کہ اگر کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور براہِ تاویل خواہ دیگر وجوہ سے اُس پرعمل نہ کیا تو وہ حدیث اس کا مذہب نہیں ہوسکتی، ورنہ وہی استحالہ عقلی سامنے آئے کہ وہ صراحۃً اس کا خلاف فرما چکا تو آفتاب سے روشن تر وجہ پر ظاہر ہوا کہ کوئی حدیث بزعم خود مذہب امام کے خلاف پاکر بحکم اقوال مذکورۂ امام دعویٰ کردینا کہ مذہبِ امام اس کے مطابق ہے، دو امر پر موقوف۔

اوّلاً: یقیناً ثابت ہو کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی تھی کہ بحال اطلاع مذہب اس کے خلاف ہے، نہ اس کے موافق۔ لاجرم علامہ زرقانی نے شرح موطا شریف میں تصریح فرمائی:

(قد علم ان کون الحدیث مذھبہ–محلہ اذا علم انہ لم یطلع علیہ– اما اذا احتمل اطلاعہ علیہ و انہ حملہ علیٰ محمل فلا یکون مذھبہ)

یعنی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اُس صورت میں ہے جب کہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی، ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی دوسرے محل پر حمل کی تو یہ اس کا مذہب نہ ہوگی۔

ثانیاً: یہ حکم کرنے والا احکام رجال ومتون وطرق احتجاج ووجوہ استنباط اور ان کے متعلقات اصولِ مذہب پر احاطہ تامہ رکھتا ہو۔ یہاں اُسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی، جن میں ہر ایک دوسری سے سخت تر ہے۔

منزل اوّل: نقد رجال کہ اُن کے مراتب ثقہ وصدق وحفظ وضبط اور اُن کے بارے میں ائمہ شان کے اقوال ووجوہ طعن ومراتب توثیق ومواضع تقدیم جرح وتعدیل وحوامل طعن ومناشی توثیق ومواضع تحامل وتساہل وتحقیق پر مطلع ہو۔ استخراج مرتبہ اتقان راوی بنقد روایات وضبط مخالفات واوہام وخطیات وغیر ہا پر قادر ہو۔ اُن کے اسامی والقاب وکنی وانساب ووجوہِ مختلفہ تعبیر رواۃ خصوصاً اصحابہ تدلیس شیوخ وتعیین مبہمات ومتفق ومتفرق ومختلف مؤتلف سے ماہر ہو۔ ان کے موالید ووفیات وبلدان ورحلات ولقاوسماعات واساتذہ وتلامذہ وطرق تحمل ووجوہ اداوتدلیس وتسویہ وتغیر واختلاط آخذین من قبل وآخذین من بعد وسامعین حالین وغیرہما تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو۔

اُن سب کے بعد صرف سند حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے: صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متصل ہے۔

منزل دوم: صحاح وسُنن ومسانید وجوامع ومعاجیم واجزاوغیر ہا کتب حدیث میں اس کے طرقِ مختلفہ والفاظِ متنوعہ پر نظرِ تام کرے کہ حدیث کہ تواتر یا شہرت یا فردیت نسبیہ یا غرابت مطلقہ یا شذوذ یا نکارت واختلافاتِ رفع ووقف وقطع ووصل ومزید فی متصل الاسانید واضطراباتِ سند ومتن وغیر ہا پر اطلاع پائے، نیز اس جمع طرق واحاطہ الفاظ سے رفع ابہام ودفعِ اوہام وایضاح خفی واظہار مشکل وابانت مجمل وتعیین محتمل ہاتھ آئے ولہٰذا امام ابو حاتم

رازی فرماتے: ہم جب تک حدیث کو ساٹھ (٦٠) وجہ سے نہ لکھتے، اس کی معرفت نہ پاتے۔

اس کے بعد اتنا حکم کر سکتا ہے کہ حدیث شاذ یا منکر، معروف یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے۔

منزل سوم: اب علل خفیہ وغوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں۔ اگر بعد احاطہ وجوہ اعلال تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کر کے طرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگا سکتا ہے۔ تمام حفاظِ حدیث واجلہ نقادنا واصلان ذروہ شامخہ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے اور خدا انصاف دے تو مدعی اجتہاد وہمسری ائمہ امجاد کو اِن منازل کے طے میں اصحابِ صحاح یا مصنفانِ اسماء الرجل کی تقلید جامد سخت بے حیائی نری بے غیرتی ہے، بلکہ ان کے طور پر شرکِ جلی ہے۔ کس آیت وحدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بخاری یا ترمذی، بلکہ امام احمد وابن المدینی جس حدیث کی تصحیح یا تجریح کر دیں، وہ واقع میں ویسی ہی ہے۔ کون سا نص آیا کہ نقد رجال میں ذہبی وعسقلانی، بلکہ نسائی وابن عدی ودار قطنی، بلکہ یحییٰ قطان ویحییٰ بن معین وشعبہ وابن مہدی جو کچھ کہہ دیں، وہی حقِ جلی ہے۔

جب خود احکام الٰہیہ کے پہچاننے میں ان اکابر کی تقلید نہ ٹھہری جو ان سے بدرجہا ارفع واعلیٰ واعلم واعظم تھے، جن کے یہ حضرات اور ان کے امثال مقلد ومتبع ہوتے جن کے درجاتِ رفیعہ امامت انہیں مسلم تھے تو ان سے کم درجہ امور میں اُن اکابر سے نہایت پست مرتبہ اشخاص کی ٹھیٹ تقلید یعنی کہ جرح وتعدیل وغیرہ جملہ امور مذکورہ جن میں گنجائش رائے زنی ہے، محض اپنے اجتہاد سے پایہ ثبوت کو پہنچایئے اور این وآن وفلان وبہمان کا نام زبان پر نہ لایئے۔ ابھی ابھی تو کھلا جاتا ہے کہ کس برتے پہ تتا پانی:

ماذا اخاضک یا مغرور فی الخطر

حتّی ھلکت فلیت النمل لم تطر

(اے مغرور! تجھے کس شے نے خطرے میں ڈالا

یہاں تک کہ تو ہلاک ہوگیا، کاش! چیونٹی نہ اڑتی۔ت)

خیر کسی مسخرۂ شیطان کے منہ کیا لگیں۔ برادران باانصاف انہیں منازل کی دشواری دیکھیں جس میں ابوعبداللہ حاکم جیسے محدث جلیل القدر پر کتنے عظیم شدید مواخذے ہوئے، امام ابن حبان جیسے ناقد بصیر تساہل کی طرف نسبت کیے گئے۔ اِن دونوں سے بڑھ کر امام اجل ابوعیسیٰ ترمذی تصحیح و تحسین میں متساہل ٹھہرے۔امام مسلم جیسے جبل رفیع نے بخاری وابوذرعہ کے لوہے مانے: کما اوضحنا فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث(۱۳۱۳ھ)(جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں اس کی وضاحت کردی ہے۔ت)

پھر **چوتھی منزل** تو فلکِ چہارم کی بلندی ہے جس پر نورِ اجتہاد سے آفتاب منیر ہی ہوکر رسائی ہے۔امام ائمۃ المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری سے زیادہ ان میں کون منازل ثلثہ کے منتہیٰ کو پہنچا، پھر جب مقام احکام ونقض وابرام میں آتے ہیں، وہاں صحیح بخاری وعمدۃ القاری وغیرہا بنظر انصاف دیکھا چاہیے۔بکری کے دودھ کا قصہ معروف ومشہور ہے۔

امام عیسیٰ بن ابان کے اشتغال الحدیث، پھر ایک مسئلہ میں دوجگہ خطا کرنے اور تلامذۂ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ملازم خدمت بننے کی روایت معلوم وماثور ہے۔

ولہٰذا امام اجل سفیان بن عیینہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ اور اجلہ ائمہ محدثین وفقہائے مجتہدین وتبع تابعین سے ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ارشاد فرماتے ہیں:

(**الحدیث مضلّة الا للفقهاء**) حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے، مگر مجتہدوں کو۔

علامہ ابن الحاج مکّی مدخل میں فرماتے ہیں:(**یرید انّ غیر هم قد یحمل الشیء علٰی ظاهره وله تاویل من حدیث غیره–او دلیل یخفی علیه–او متروک اوجب ترکه غیر شیء مما لایقوم به الا من استبحر وتفقه**)

یعنی امام سفیان کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی ظاہر حدیث سے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں

،اُن پر جم جاتا ہے، حالاں کہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد کچھ اور ہے، یا وہاں کوئی اور دلیل ہے جس پر اس شخص کو اطلاع نہیں، یا متعدد اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ ان باتوں پر قدرت نہیں پاتا، مگر وہ جو علم کا دریا بنا اور منصبِ اجتہاد تک پہنچا۔

خود حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(نضر اللّٰه عبداً سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها—فربّ حامل فقه غير فقيه—وربّ حامل فقه الٰى من هو افقه منه)

(اخرجہ الامام الشافعی والامام احمد والدارمی وابوداؤد والترمذی وصححہ وابن ماجۃ والضیاء فی المختارۃ والبیہقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم ونحوہ احمد والترمذی و ابن حبان بسند صحیح عن ابن مسعود والدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین)

(اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی اور ٹھیک ٹھیک اوروں کو پہنچادی کہ بہتیروں کو حدیث یاد ہوتی ہے، مگر اس کے فہم وفقہ کی لیاقت نہیں رکھتے اور بہتیرے اگر چہ لیاقت رکھتے ہیں، دوسرے ان سے زیادہ فہیم وفقیہ ہوتے ہیں) (امام شافعی، امام احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی تخریج کی اور اس کو صحیح قرار دیا، نیز اس کی تخریج کی ابن ماجہ، ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دارمی واحمد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ترمذی وابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دارمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔ت)

فقط حدیث معلوم ہوجانا فہمِ حکم کے لیے کافی ہوتا تو اس ارشادِ اقدس کے کیا معنی تھے۔

امام ابن حجر مکی شافعی کتاب الخیرات الحسان میں فرماتے ہیں: امام محدثین سلیمان اعمش تابعی جلیل القدر سے کہ اجلہ ائمہ تابعین وشاگردانِ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ

سے ہیں، کسی نے کچھ مسائل پوچھے، اس وقت ہمارے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی حاضر مجلس تھے، امام اعمش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ مسائل ہمارے امام سے پوچھے۔

امام نے فوراً جواب دیا۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا: اُن حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں اور وہ حدیثیں مع سندِ روایت فرمادیں۔ امام اعمش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا:

(حسبک ما حدثتک به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انّک تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء–انتم الاطباء ونحن الصیادلة–وانت ایّها الرجل اخذت بکلا الطرفین)

بس کیجئے، جو حدیثیں میں نے سودن میں آپ کو سنائیں، آپ گھڑی بھر میں مجھے سنائے دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کر دیتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو، اور محدث لوگ عطار ہیں، یعنی دوائیں پاس ہیں، مگر ان کا طریق استعمال تم مجتہدین جانتے ہو، اور اے ابوحنیفہ! تم نے تو فقہ وحدیث دونوں کنارے لیے۔

والحمد للّٰه رب العٰلمین–ذٰلک فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء–واللّٰه ذوالفضل العظیم (اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالٰی عظیم فضل والا ہے۔ت)

اب باقی رہی **منزل چہارم**، اور تُو نے کیا جانا کیا ہے منزل چہارم، سخت ترین منازل دشوارترین مراحل جس کے سائر نہیں، مگر اقل قلائل۔ اس کی قدر کون جانے:

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

کہ نظمِ مملکت خویش خسرواں دانند

(اے حافظ! تو خاک نشین گداگر ہے، شور مت مچا

کیوں کہ اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ ہی جانتے ہیں۔ت)

اس کے لیے واجب ہے کہ جمیع لغاتِ عرب وفنونِ ادب ووجوہِ تخاطب وطرق تفاہم واقسامِ نظم وصنوف معنی وادراک علل وتنقیح مناط واستخراجِ جامع وعرفانِ مانع ومواردتعدیہ ومواضع قصرودلائل حکم آیات واحادیث واقاویل صحابہ وائمہ فقہ قدیم وحدیث ومواقع تعارض واسبابِ ترجیح ومناہج توفیق ومدارج دلیل ومعارک تاویل مسالک تخصیص، مناسک تقیید، ومشارع قیود وشوارع مقصود وغیرہ ذلک پر اطلاع تام ووقوفِ عام ونظرغائر وذہن رفیع وبصیرتِ ناقدہ وبصر منیع رکھتا ہو، جس کا ایک ادنیٰ اجمال امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا کہ: (**ایاکم ان تبادروا الی الانکار علٰی قول مجتهد اوتخطئته الا بعد احاطتكم بِاَدِلَّة الشريعة كلّها ومعرفتكم بجميع لغات العرب التی احتوت عليها الشريعة ومعرفتكم بمعانيها وطرقها**)

خبردار! مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اُسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا، جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو، جب تک تمام لغتِ عرب جن پر شریعت مشتمل ہے، پہچان نہ لو۔ جب تک ان کے معانی اُن کے راستے جان نہ لو، اور ساتھ ہی فرمادیا: (**واَنّٰی لكم بذٰلک**) بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ (نقلہ الامام العارف باللہ عبدالوہاب الشعرانی فی المیزان) (اس کو خدا شناس امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں نقل فرمایا۔ت)

ردالمحتار جس کی عبارت سوال میں نقل کی، خود اُسی ردالمحتار میں اسی عبارت کے متصل اس کے معنی فرمادیے تھے کہ وہ سائل نے نقل نہ کیے، فرماتے ہیں:

(**ولا يخفی ان ذلک لمن كان اهلًا للنظر فی النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها—فاذا نظر اهل المذهب فی الدليل وعملوا به صح نسبته الی المذاهب**) یعنی ظاہر ہے کہ امام کا یہ ارشاد اُس شخص کے حق میں ہے جو نصوصِ شرع میں نظر اور ان کے محکم ومنسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو تو جب اصحابِ مذہب دلیل میں نظر فرما کر اُس پر عمل کریں، اس وقت اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہے۔

اور شک نہیں کہ جو شخص اِن چاروں منازل کو طے کر جائے، وہ مجتہد فی المذہب ہے، جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ بلا شبہ ایسے ائمہ کو اُس حکم و دعویٰ کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباع امام سے خارج نہ ہوئے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا، مگر معنی اذن کلی امام پر عمل فرمایا، پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں، یہ جزمی دعویٰ کہ اس حدیث کا مفاد خواہی نخواہی مذہب امام ہے، نہیں کر سکتے، نہایت کارظن ہے، ممکن کہ اِن کے مدارک مدارکِ عالیہ امام سے قاصر رہے ہوں، اگر امام پر عرض کرتے وہ قبول نہ فرماتے تو مذہب امام ہونے پر تیقن تام وہاں بھی نہیں۔

خود اجل ائمہ مجتہدین فی المذہب قاضی الشرق والغرب سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے مدارجِ رفیعہ حدیث کو موافقین و مخالفین مانے ہوئے ہیں۔

امام مزنی تلمیذ جلیل امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: (**هو اتبع القوم للحديث**)

(وہ سب قوم سے بڑھ کر حدیث کے پیروکار ہیں۔ت)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: (**منصف فی الحديث**)

(وہ حدیث میں منصف ہیں۔ت)

امام یحییٰ بن معین نے بآں تشدّد شدید فرمایا:

(**ليس فی اصحاب الرای اكثر حديثا و لا اثبت من ابی يوسف**)

(اصحاب رائے میں امام ابو یوسف سے بڑھ کر کوئی محدث نہیں اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی مستحکم ہے۔ت)

نیز فرمایا: (**صاحب حديث و صاحب سُنّة**)

(وہ صاحبِ حدیث و صاحبِ سُنّت ہیں۔ت)

امام ابن عدی نے کامل میں کہا: (**ليس فی اصحاب الرّأی اكثر حديثًا منه**)

(اصحاب رائے میں امام ابو یوسف سے زیادہ بڑا کوئی محدث نہیں۔ت)

امام عبداللہ ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظِ حدیث میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان: (الامام العلامۃ فقیہ العراقین) (امام بہت علم والا عراقیوں کا فقیہ: ت) ذکر کیا۔

یہ امام ابو یوسف بایں جلالتِ شان حضور سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں: **(ما خالفته فی شیء قطّ فتدبرته الا رأیت مذهبه الذی ذهب الیه انجی فی الأخرة–وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان هو ابصربالحدیث الصحیح منّی)**

کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلاف کرکے غور کیا ہو، مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ وجہ نجات والا پایا اور بارہا ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا، پھر تحقیق کرتا تو امام مجھ سے زیادہ حدیث صحیح کی نگاہ رکھتے تھے۔

نیز فرمایا: امام جب کسی حکم پر جزم فرماتے، میں کوفہ کے محدثین پر دورہ کرتا کہ دیکھوں اُن کی تقویت قول میں کوئی حدیث یا اثر پاتا ہوں۔ بارہا دو تین حدیثیں میں امام کے پاس لے کر حاضر ہوتا۔ اُن میں سے کسی کو فرماتے: صحیح نہیں، کسی کو فرماتے: معروف نہیں۔ میں عرض کرتا حضور کو اس کی کیا خبر، حالاں کہ یہ تو قولِ حضور کے موافق ہیں۔ فرماتے: میں اہل کوفہ کا عالم ہوں: **(ذکر کلّه الامام ابن الحجر فی الخیرات الحسان)**

(یہ سب کچھ امام ابن حجر نے الخیرات الحسان میں ذکر فرمایا ہے۔ت)

بالجملہ نابالغان رتبہ اجتہاد، نہ اصلاً اس کے اہل، نہ ہرگز یہاں مراد، نہ کہ آج کل کے مدعیان خامکار جاہلان بے وقار کہ من وتو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں اور اساطین دین الٰہی کے اجتہاد پر رکھیں۔ اسی ردالمحتار کو دیکھا ہوتا کہ انہیں امام ابن الشحنہ وعلامہ محمد بن محمد البہنسی استاد علامہ نورالدین علی قادری باقانی وعلامہ عمر بن نجیم مصری صاحبِ نہر الفائق وعلامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی صاحبِ ردمختار وغیرہم کیسے کیسے اکابر کی نسبت تصریح کی کہ مخالفت مذہب درکنار، روایات مذہب میں ایک کو راجح بتانے کے اہل نہیں۔ کتاب الشہادات: باب

القبول میں علامہ سائحانی سے ہے: (ابن الشحنة لم یکن من اھل الاختیار)
(ابن شحنہ اہل اختیار میں سے نہیں تھا۔ت)
کتاب الزکوۃ صدقہ فطر میں ہے: (البھنسی لیس من اصحاب التصحیح)
(البہنسی اصحاب تصحیح میں سے نہیں۔ت)
کتاب الطلاق باب الحضانہ میں ہے: (صاحب النھر لیس من اھل الترجیح)
(صاحب نہر الفائق اہل ترجیح میں سے نہیں۔ت)
کتاب الرھن میں ایک بحث علامہ شارح کی نسبت ہے:
(لا حاجة الٰی اثباته بالبحث والقیاس الذی لسنا اھلًا له) (اس کو بحث وقیاس کے ساتھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں جس کے ہم اہل نہیں ہیں۔ت)
ان کی بھی کیا گنتی۔خود اکابر ارا کین مذہب، اعاظم اجلّہ رفیع الرتب، مثل امام کبیر خصاف وامام اجل ابوجعفر طحاوی وامام ابوالحسن کرخی وامام شمس الائمہ حلوانی وامام شمس الائمہ سرخسی وامام فخر الاسلام بزدوی وامام فقیہ النفس قاضی خاں وامام ابوبکر رازی وامام ابوالحسن قدوری وامام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ وغیرہم اعاظم کرام ادخلھم اللہ تعالٰی فی دار السلام (اللہ تعالٰی ان کو سلامتی والے گھر میں داخل فرمائے۔ت) کی نسبت علامہ ابن کمال باشا رحمۃ اللہ تعالٰی سے تصریح نقل کی۔
(انھم لا یقدرون علٰی شیء من المخالفة-لا فی الاصول ولا فی الفروع) وہ اصلاً مخالفت امام پر قدرت نہیں رکھتے، نہ اصول میں نہ فروع میں۔
للہ انصاف! اللہ عزوجل کے حضور جانا اور اسے منہ دکھانا ہے۔ایک ذرا دیر منہ زوری، ہماہمی ڈھٹائی، ہٹ دھرمی کی نہیں سہی، آدمی اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور ان اکابر ائمہ عظام کے حضور اپنی لیاقت قابلیت کو دیکھے بھالے تو کہیں تحت الثرٰی تک بھی پتا چلتا ہے۔ ایمان نہ نگلے تو ان کے ادنٰی شاگردانِ شاگرد کی شاگردی وکفش برادری کی لیاقت نہ

نکلے۔خدارا جوشکاران شیرانِ شرزہ کی جست سے باہر ہو،لومڑیاں، گیدڑاس پر ہُمکنا چاہیں ۔ہاں اس کا ذکرنہیں جسے ابلیس مَر یداپنا مرید بنائے اوراپنی تقلید سے تمام ائمہ امت کے مقابل(انا خَیر مّنہُ) (میں اس سے بہتر ہوں۔ت) سکھائے۔

جان برادر! دین سنبھالنا ہے یا بات پالنا۔ چند منٹ تک خفگی، جھنجھلاہٹ، شوخی تلملاہٹ کی نہیں بدی، ذرالیاقتی دعووں کے آثار تو ملاحظہ ہوں۔تمام غیر مقلدان زمانہ کے سروسرگروہ ،سب سے اونچی چوٹی کے کوہ پرشکوہ، سب سے بڑے محدث متوحد سب میں چھنٹے امام متفرد علامۃ الدہر مجتہد الدہر العصر جناب میاں نذیرحسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ تعالیٰ الی الصراط السوی ہیں۔انہیں کی لیاقت وقابلیت کا اندازہ کیجئے۔فقیر نے بضرورت سوالِ سائلین جواسی ماہ رواں میں صرف ایک مسئلہ جمع بین الصلوتین کے متعلق حضرت کی حدیث دانی کھولی، ماشاءاللہ وہ وہ نزاکتیں پائیں کہ بایں گردش وکہن سالی آج تک پیرفلک کوبھی نظر نہ آئیں۔تفصیل درکار ہوتو فقیر کا رسالہ مذکورہ ’’حاجزالبحرین‘‘ملاحظہ ہو‘‘۔

(رسالہ:الفضل الموہبی: فتاویٰ رضویہ: جلد27:ص70-79-جامعہ نظامیہ لاہور)

امام بخاری اور اجتہاد

امام اکمل الدین بابرتی حنفی (م۷۸٦ھ) نے رقم فرمایا:(**نقل ان الامام محمد بن اسماعیل البخاری صاحب الصحیح افتٰی فی بخارٰی بثبوت الحرمة بین صبیین ارتضعا شاۃً–فاجتمع علمائها علیه وکان سبب خروجه منها– واللّٰه سبحانه اعلم–ومن لم یدق نظره فی مناطات الاحکام وحکمها، کثرخطؤه وکان ذلک فی زمن الشیخ ابی حفص الکبیر**)

(العنایۃ فی شرح الہدایہ: جلدسوم:ص457)

ترجمہ:منقول ہے کہ امام بخاری قدس سرہ العزیز نے بخاریٰ میں ایک بکری کا دودھ

پینے والے دو بچوں کے درمیان حرمت رضاعت کے ثبوت کا فتویٰ دیا، پس بخاریٰ کے علما ان کے خلاف جمع ہو گئے اور یہی ان کے بخاریٰ سے نکلنے کا سبب بنا: واللہ تعالیٰ اعلم

اور جو احکام کے مبانی اور اس کے حکم میں دقیق نظر نہ رکھتا ہو، اس سے خطا بہت ہوتی ہے اور امام بخاری کا یہ واقعہ شیخ ابوحفص کبیر(۱۵۰ھ-۲۱۷ھ) کے زمانے میں ہوا۔

حافظ عبد القادر مصری اور تقی الدین غزی نے رقم فرمایا:(قال شمس الائمة:قدم محمد بن اسماعیل البخاری ببخاریٰ فی زمن ابی حفص الکبیر وجعل یفتی فنهاه ابو حفص وقال:لَسْتَ بِاَهْلٍ لَهٗ-فلم ینته حتّٰی سُئِلَ عن صبیین شربا من لبن شاة او بقرة-فافتٰی بثبوت الحرمة فاجتمع الناس علیه و اخرجوه من بخاریٰ-والمذهب انه لارضاع بینهما لان الرضاع یعتبر بالنسب وکما لا یتحقق النسب بین بنی اٰدم والبهائم فکذلک لا یثبت حرمة الرضاع بشرب لبن البهائم) (الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ: جلد اول:ص 67-الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ: جلد اول:ص 103)

ترجمہ: امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت امام ابوحفص کبیر حنفی قدس سرہ العزیز کے زمانے میں بخاریٰ آئے اور فتویٰ دینے لگے، پس امام ابوحفص کبیر حنفی نے انہیں منع فرمایا اور کہا کہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں تو وہ نہ مانے، یہاں تک کہ دو بچوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو ایک بکری یا ایک گائے کا دودھ پیے، پس انہوں نے حرمت رضاعت کا فتویٰ دیا تو لوگ ان کے خلاف جمع ہو گئے اور ان کو بخاریٰ سے نکال دیئے اور مذہب یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت نہیں ہے، اس لیے کہ رضاعت نسب کے اعتبار سے ہوتی ہے اور جیسا کہ بنی آدم اور حیوانات کے درمیان نسب ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح حیوانات کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

ایک فقہی سوال ہوا تو امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے جواب طلب فرمایا۔آپ نے ان کی بیان کردہ حدیثوں سے جواب دیا۔

حافظ ابن عدی نے رقم فرمایا:(قال الاعمش:یا نعمان یعنی ابا حنیفة،ما تقول فی کذا؟قال،کذا–قال،ما تقول فی کذا؟قال:کذا–قال:من این انت؟قال:انت حدثتنی عن فلان عنه–فقال الاعمش:یا معشر الفقهاء! انتم الاطباء ونحن الصیادلة)(الکامل فی ضعفاء الرجال:جلد ہفتم:ص7)

ترجمہ:امام المحدثین حضرت امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ(م۱۴۸ھ)نے فرمایا:

اے ابوحنیفہ!آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں ایسا کہتا ہوں۔

امام اعمش نے فرمایا کہ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا کہتا ہوں۔

امام اعمش نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ جواب کہاں سے اخذ کیا؟

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ نے مجھ سے حدیث بیان کی،عن فلان عن فلان(یعنی اسی حدیث سے میں نے جواب اخذ کیا)،پس امام اعمش نے فرمایا:

اے جماعت فقہا!تم لوگ طبیب ہو،اور ہم لوگ(محدثین)دوافروش ہیں۔

تصحیح حدیث کے مراحل

محدثین کو ایک حدیث مختلف سندوں کے ساتھ حفظ ہوتی تھی جیسا کہ امام ابوحاتم رازی نے فرمایا کہ انہیں بہت سی حدیثیں ساٹھ سندوں کے ساتھ حفظ ہیں اور ساٹھ سندوں سے جب حدیث انہیں پہنچتی ہے،تب انہیں اس حدیث کی کامل معرفت حاصل ہوتی۔

شمس الدین ذہبی(۶۷۳ھ-۷۴۸ھ)نے لکھا:(لو لم نکتب الحدیث خمسین مرةً–ما عرفناه)(سیر اعلام النبلاء:جلد یازدہم:ص85)

ترجمہ: امام الجرح والتعدیل محدث یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ جب تک ہم حدیث کو پچاس مرتبہ نہیں لکھتے ہیں، ہمیں اس کی مکمل معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

حدیث کی مخفی علتوں اور حدیث کے دقیق غوامض کی معرفت کے بعد حدیث کی کامل معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ وہ خوبی ہے کہ کئی صدیوں سے اس پر کوئی قادر نہ ہو سکا۔ اگر محدث حدیث کو تمام علتوں سے پاک پائے تو الفضل الموہبی میں بیان کردہ تین منازل کی تکمیل کے بعد حدیث کی اصطلاح کے اعتبار سے صرف حدیث کی صحت کا حکم دے سکے گا۔ فقہا کے یہاں عمل بالحدیث کے لیے صحت حدیث کے علاوہ دیگر شرائط بھی ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے احادیث میں پائی جانے والی مخفی علتوں سے متعلق رقم فرمایا: (**هذا اغمض علوم الحديث وادقها–ولايقوم به الا من رزق فهمًا وحفظًا واسعًا ومعرفة تامةً بمراتب الرواة واحوال الاسانيد والمتون كالمتقدمين من ارباب هذا الفن الى ان انتهٰى الى الدارقطنى–ويقال: لم يات بعده مثله فى هذا الامر والله اعلم**) (مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح: ص 6)

ترجمہ: یہ حدیث کے باریک ترین اور بہت دقیق علوم میں سے ہے اور اس کا علم صرف اسے ہوتا ہے جسے فہم ودانائی، وسیع یادداشت اور راویوں کے درجات اور اسانید ومتون کی مکمل معرفت ہو جیسے کہ اس فن کے متقدمین علما، یہاں تک کہ یہ علم امام دارقطنی تک پہنچا اور کہا جاتا ہے کہ امام دارقطنی کے بعد اس کے مثل اس فن میں کوئی نہ ہوا۔

حدیث کی تصحیح وتحسین وتضعیف کے لیے جن امور کی ضرورت ہے، امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے منازل ثلاثہ میں ان امور کو بیان فرما دیا ہے۔ وہ اجمالی بیان ہے۔ اس کی تفصیل طویل ہے اور علم حدیث کے مشتغلین سے مخفی نہیں۔ اگر منازل ثلاثہ میں بیان کردہ امور کی تشریح کی جائے تو اصول حدیث کی ایک مستحکم کتاب بن جائے۔

منزل رابع میں مجتہد کے شرائط کا بیان ہے۔ منزل رابع میں بیان کردہ متعدد

اصطلاحات بھی قابل تشریح ہیں۔غیر مقلدین مجتہد ہونے کے دعویدار ہیں۔یہ اقتباس نقل کرکے ان سے تشریح طلب کی جائے۔امید کے ہوش ٹھکانے لگے اور توفیق الٰہی میسر ہو تو حق کی طرف رجوع کریں۔توبہ ورجوع توفیق الٰہی کے بعد ہی ممکن ہے۔

مجدد الف ثانی اور مسئلہ قراءت خلف الامام

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: نیز جناب (مجدد الف ثانی) کے رسالہ مبدا و معاد سے منقول:''مدتے آرزوئے آں داشت کہ وجہے پیدا شود در مذہب حنفی تادر خلف امام قراءتِ فاتحہ نمودہ آید۔امابواسطہ رعایت مذہب بے اختیار ترک قراءت می کرد وایں ترک رااز قبیل ریاضت می شمرد۔آخراللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحادست،حقیقتِ مذہب حنفی درترکِ قراءت ماموم ظاہر ساخت وقراءت حکمی ازقراءت حقیقی درنظر بصیرت زیباتر نمود''۔(رسالہ: مبدا و معاد: مطبع مجددی امرتسر انڈیا:ص73)

(رسالہ: الفضل الموہبی: فتاویٰ رضویہ: جلد27:ص84-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ:ایک مدت تک یہ آرزو رہی کہ حنفی مذہب میں امام کے پیچھے قراءت کی کوئی صورت بن جائے،تاہم غیر اختیاری طور پر مذہب حنفی کی رعایت میں امام کی اقتدا میں قراءت نہ کی۔اس ترکِ قراءت کو تکلف محسوس کرتا رہا،بالآخر مذہب کی رعایت کی برکت سے مقتدی کے لیے ترکِ قراءت کی حقیقت ظاہر ہوگئی،جب کہ اپنے مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا الحاد ہے،چنانچہ حقیقی قراءت سے حکمی قراءت نظرِ بصیرت میں خوب تر معلوم ہوئی۔

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم</u>

باب چہارم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

فقہاومحدثین اورحدیثی قوانین

محدثین کرام کے اصول حدیث جداگانہ ہیں جو اصول حدیث کی کتابوں میں مرقوم ہوتے ہیں اور حدیث سے متعلق فقہائے کرام کے اصول وضوابط جداگانہ ہیں جو اصول فقہ کی کتابوں میں مسطور ہوتے ہیں، نیز مذاہب اربعہ کے فقہی اصول وقوانین بھی یکساں نہیں ہیں۔ ہر مجتہد مطلق کے جداگانہ اصول وقوانین ہوتے ہیں۔اسی طرح محدثین کے حدیثی اصول وقوانین میں محدثین کا بھی کچھ اختلاف ہوتا ہے۔ ہر قانون متفق علیہ نہیں ہے۔

حضرات مجتہدین اسلام علیہم الرضوان التام اپنے خاص اصول استنباط وقوانین اجتہاد کے مطابق احادیث وآثار سے فقہی مسائل کا استخراج کرتے ہیں اور عہد حاضر کے غیر مقلدین محدثین کرام کے اصول حدیث کے مطابق مذاہب اربعہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس باب میں حدیث سے متعلق حنفی اصول فقہ کے بعض خاص احکام مرقوم ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ ان احکام مخصوصہ سے حدیث سے متعلق محدثین کرام وفقہائے عظام کے اصول وقوانین کا فرق واضح ہوجائے گا۔ ہر طبقہ کے پاس ان کے اصول کے دلائل ہیں۔

مجہول الحال اور مستور الحال

اصول حدیث میں راوی مجہول کی دوقسمیں ہیں: مجہول العین ومجہول الحال، جب کہ اصول فقہ میں یہ تقسیم نہیں ہے۔اصول فقہ میں راوی کی دوقسمیں ہیں: معروف بالروایہ ومجہول بالروایہ اور پھر مجہول بالروایہ کی روایت کی دوقسمیں ہیں اور قسم اول کی پانچ قسمیں ہیں۔

اصول حدیث میں مستور الحال اس راوی کو کہا جاتا ہے جس کے بارے میں جرح

وتعدیل منقول نہ ہو، اور بقول امام ابن حجر عسقلانی مستور الحال وہ راوی ہے جس کے دو یا دو سے زائد راوی ہوں، لیکن اس کی توثیق وارد نہ ہوئی ہو۔ یہی مجہول الحال ہے اور یہی مستور الحال ہے، لیکن اکثر محدثین مجہول الحال اور مستور الحال کے درمیان تفریق کے قائل ہیں۔

(1) حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا: (**او ان روی عنه اثنان فصاعدًا ولم یوثق فهو مجهول الحال وهو المستور**) (نخبۃ الفکر: ص 71)

ترجمہ: جس کے دو یا دو سے زائد راوی ہوں، لیکن اس کی توثیق وارد نہ ہوئی ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور یہی مستور الحال ہے۔

(2) شیخ شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی مالکی مصری (م ۶۸۴ھ) نے تحریر فرمایا:

(**مجهول الحال ویسمی بالمستور وهو من روی عنه اثنان فاکثر - لکن لم یوثق ولم تعلم عدالته ولا فسقه**) (شرح تنقیح الفصول: جلد دوم: ص 461)

ترجمہ: مجہول الحال اور اسی کا نام مستور الحال ہے اور یہ وہ ہے جس سے دو یا دو سے زائد راوی نے روایت کی ہو، لیکن اس کی توثیق وارد نہ ہوئی ہو، اور اس کی عدالت یا اس کا فسق معلوم نہ ہو۔

(3) امام سخاوی شافعی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے راوی مستور کی توضیح میں رقم فرمایا:

(**او مستورًا لم ینقل فیه جرح ولا تعدیل**) (فتح المغیث: جلد اول: ص 80)

ترجمہ: مستور راوی وہ ہے جس کے بارے میں جرح وتعدیل منقول نہ ہو۔

(4) فقیہ ابن امیر الحاج: محمد بن محمد بن محمد بن حاج حنفی (م ۸۷۹ھ) نے تحریر فرمایا:

(**مجهول الحال وهو المستور**) (التقریر والتحریر فی علم الاصول: جلد دوم: ص 329)

ترجمہ: مجہول الحال ہے اور یہی مستور الحال ہے۔

(5) فقیہ ابن امیر الحاج (م ۸۷۹ھ) نے رقم فرمایا: (**(کالمجهول) ای کخبر مجهول الحال بان لم یعلم حاله فی العدالة وعدمها - ولم یشتهر امره فی**

الصدق والکذب–فان الجهل بحاله یوجب تساوی الاحتمالین)

(التقریروالتحبیر فی علم الاصول: جلددوم:ص306-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: (جیسے مجہول الحال) یعنی جیسے مجہول الحال کی خبر بایں طور کہ عدالت وعدم عدالت کے سلسلہ میں اس کا حال معلوم نہ ہو، اوراس کا صدق وکذب مشہور نہ ہو، اوراس کے حال کا نامعلوم ہونا دونوں احتمال (عدالت وعدم عدالت) کے مساوی ہونے کا سبب ہے۔

(6) فقیہ محمد امین المعروف بہ امیر بادشاہ (م۹۷۲ھ) نے تحریر فرمایا:

((کالمجهول)ای کخبر مجهول الحال بان لم یعلم حاله فی العدالة وعدمها) (تیسیر التحریر: جلدسوم:ص41-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: (جیسے مجہول الحال) یعنی جیسے مجہول الحال کی خبر بایں طور کہ عدالت وعدم عدالت کے سلسلہ میں اس کا حال معلوم نہ ہو۔

اصول فقہ میں راوی مجہول کے احکام

اصول فقہ میں راوی کی دوقسمیں ہیں: معروف بالروایہ ومجہول بالروایہ- اصول فقہ میں راوی مجہول اسے کہا جاتا ہے جس سے صرف ایک یا دوحدیث مروی ہو، پس اگر راوی مجہول کی حدیث قرن ثانی میں ظاہر ہوتو اس کی پانچ صورتیں ہیں اوراگرقرن ثانی میں ظاہر نہ ہوتو اسے عہد امام اعظم میں یعنی عہد تبع تابعین میں قبول کیا جائے گا، اس کے بعد نہیں۔

(1) صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود بخاری (م۷۴۷ھ) نے تحریر فرمایا: (**الراوی اما معروف بالروایة واما مجهول ای لم یعرف الا بحدیث اوحدیثین)**

(التوضیح والتلویح: جلددوم:ص4)

ترجمہ: راوی یا تو معروف بالروایہ ہوگا یا مجہول یعنی صرف ایک یا دو حدیث کے ذریعہ جانا جاتا ہو۔

(2) صدر الشریعہ بخاری نے رقم فرمایا: (واما المجهول فان روى عنه السلف وشهدوا له بصحة الحديث، صار مثل المعروف بالرواية-وان سكتوا عن الطعن بعد النقل فكذا-لان السكوت عند الحاجة الى البيان بيان-وان قَبِلَ البعض وَرَدَّ الْبَعْضُ مع نقل الثقات عنه، يقبل ان وافق قياسًا كحديث معقل بن سنان فى بَرُوعِ، مات عنها هلال بن مرة وما سمّٰى لها مهرًا وما دخل بها فقضٰى عليه الصلٰوة والسلام لهابمهر مثل نسائها فقبله ابن مسعود-ورده على رضى الله عنهما-وان رده الكل فهو مستنكر، لايعمل به كحديث فاطمة بنت قيس انه عليه السلام لم يجعل لها نفقة و لاسكنٰى و قد طلقها زوجها ثلاثًا-فرده عمرُ وغيرُه من الصحابة)

(التنقیح والتوضیح: جلد دوم: ص6)

ترجمہ: راوی مجہول (1) پس اگر اس سے اسلاف کرام نے روایت لی ہو (2) اور اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہو تو وہ راوی معروف بالروایہ کی طرح ہو جائے گا (3) اور اگر اس کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فقہا نے طعن سے سکوت کیا ہو تو بھی اس کی روایت قبول کی جائے گی، کیوں کہ بیان کی ضرورت کے وقت سکوت اختیار کرنا بیان ہے۔

(4) اور اگر بعض فقہا نے اس کی روایت کو قبول کیا اور بعض نے رد کر دیا اور ثقہ راویوں سے وہ حدیث منقول ہو تو اگر وہ روایت موافق قیاس ہو تو اسے قبول کریں گے، جیسا کہ حضرت معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت حضرت بروع بنت واشق اشجعیہ کے بارے میں کہ ان کے شوہر حضرت ہلال بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت ہوگئی اور انہوں نے نہ ان کے لیے مہر مقرر کیا تھا اور نہ ہی ان سے قربت کی تھی، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے مہر مثل کا حکم فرمایا، پس اس روایت کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رد فرما دیا۔

(5) اور اگر تمام فقہا نے اس کی روایت کو رد کر دیا ہو تو وہ منکر ہے، اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جیسے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے نفقہ وسکنیٰ کا حکم نہ دیا، حالاں کہ ان کے شوہر انہیں تین طلاق دے چکے تھے، پس حضرت عمر فاروق ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس روایت کو رد کر دیا۔

مذکورہ بالا عبارت میں راوی مجہول کی روایت کی قسم اول کی پانچوں اقسام کا ذکر مرقوم ہے۔ یہ تقسیم فقہائے احناف کے یہاں ہے۔ محدثین کی اصطلاح اس سے مختلف ہے۔

عہد امام اعظم ابوحنیفہ کے مخصوص احکام

راوی مجہول کی روایت اگر عہد تابعین میں ظاہر نہ ہو تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یعنی عہد تبع تابعین میں وہ روایت قبول کی جائے گی جب کہ وہ قیاس کے موافق ہو، اور امام اعظم ابوحنیفہ کے بعد کے زمانے میں قبول نہیں کی جائے گی۔

(1) صدر الشریعہ بخاری نے رقم فرمایا: (**وان لم یظهر حدیثه فی السلف- کان یجوز العمل به فی زمن ابی حنیفة رحمة اللّٰه علیه اذا وافق القیاس- لان الصدق فی ذلک الزمان غالب-قال علیه السلام:(خیر القرون قرنی الذین انا فیهم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشؤ الکذب)فالقرن الاول الصحابة والثانی التابعون والثالث تبع التابعین-اما بعد القرن الثالث فلا-لغلبة الکذب- فلهذا صح عنده القضاء بظاهر العدالة-و عندهما لا-فهذا لِاِخْتِلَافِ الْعَهْدِ**)(التوضیح: جلد دوم:ص6)

ترجمہ: اور اگر راوی مجہول کی حدیث اسلاف کرام (کے زمانے) میں ظاہر نہ ہو تو اگر وہ قیاس کے موافق ہو تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اس پر عمل کرنا درست ہے، کیوں کہ صدق اس زمانہ میں غالب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے جس میں میں ہوں، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر کذب پھیل جائے گا)

پس قرن اول عہد صحابہ ہے اور قرن دوم عہد تابعین اور قرن سوم عہد تبع تابعین ہے، لیکن قرن ثالث کے بعد تو غلبہ کذب کی وجہ سے راوی مجہول کی حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا، پس اسی وجہ سے ظاہر عدالت پر فیصلہ کرنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں درست ہے اور صاحبین کے یہاں درست نہیں، پس یہ اختلاف زمانہ کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

امام تاج الدین سبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے رقم فرمایا: (**واما التابعون فیکاد یعدَم فیهم الکاذب عمدًا**) (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: جلد نہم: ص 122)

ترجمہ: لیکن تابعین تو قصداً جھوٹ بولنے والا تابعین میں قریباً معدوم ہے۔

مجہول راوی سے متعلق اصول فقہ کے جو احکام "التوضیح والتنقیح" کے حوالہ سے نقل کیے گئے ہیں، اصول فقہ کی مشہور کتاب نور الانوار (ص 180) مختصر حسامی (ص 75-76) میں بھی ان احکام کی تفصیل اسی طرح مرقوم ہے۔

(2) علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے رقم فرمایا:

(اما المجهول فاما ان یظهر حدیثه فی القرن الثانی اَوْ لَا-فان لم یظهر یجوز العمل به فی القرن الثالث،لا بعده-وان ظهرفاما ان یشهد السلف له بصحة الحدیث فیقبل-اویرده فلا یقبل-او یسکتوا عنه فیقبل -اویقبل البعض ویرد البعض مع نقل الثقات عنه-فان وافق قیاسًا والّا فلا)

(التلویح حاشیۃ التوضیح: جلد دوم: ص 4- دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: لیکن مجہول راوی پس یا تو اس کی حدیث قرن دوم میں ظاہر ہوگی یا نہیں، پس اگر ظاہر نہ ہو تو قرن ثالث میں اس پر عمل کرنا جائز ہوگا، اس کے بعد نہیں اور اگر حدیث قرن دوم میں ظاہر ہو تو یا تو اسلاف کرام صحت حدیث کی گواہی دیں تو اسے قبول کیا جائے گا، یا

اسلاف کرام اسے رد کریں تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، یا اسلاف کرام حدیث سے سکوت فرمائیں تو اسے قبول کیا جائے گا، یا بعض علما قبول کرتے ہیں اور بعض نہیں۔راوی مجہول سے ثقہ ناقلین کی نقل کے ساتھ، پس اگر قیاس کے موافق ہو تو قبول کی جائے گی، ورنہ نہیں۔

منقولہ بالا احکام اصول فقہ کے مخصوص احکام ہیں۔اصول حدیث کی کتابوں میں اس قسم کے احکام کا ذکر موجود نہیں ہے۔الغرض احادث طیبہ سے متعلق مجتہدین ومحدثین کے اصول وضوابط جداگانہ ہیں۔محدثین کے اصول کے پیش نظر مجتہدین کرام پر اعتراض کرنا غلط ہے۔مجتہدین کرام اپنے خاص اصول اجتہاد وقوانین استنباط کے مطابق احادیث وآثار سے فقہی مسائل کا استنباط واستخراج فرماتے ہیں۔وہ اصول استنباط وقوانین اجتہاد میں محدثین کرام کے مقلد نہیں ہیں۔مجتہد مطلق کے اپنے وضع کردہ اصول وقوانین ہوتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب پنجم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

حدیث حسن لغیرہ: تعریف وتشریح

ضعیف حدیث متعدد سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور اس سے فقہی مسائل کا استخراج واستنباط ہوتا ہے۔ بعض ضعیف حدیث حسن لغیرہ کے درجہ تک پہنچ نہیں پاتی ہے۔ اس کا ذکر باب ششم میں ہے۔ ضعف کے اسباب درج ذیل ہیں۔

دس اسباب طعن کا بیان

اسباب طعن دس ہیں: ان اسباب عشرہ میں بعض سبب کی بنیاد پر حدیث ضعیف قرار پاتی ہے اور بعض کے سبب حدیث کو حسن قرار دیا جاتا ہے۔ حدیث کا ضعف دیگر سند سے مروی ہونے پر دور ہو جاتا ہے اور بعض ضعف ایسا ہوتا ہے جو دور نہیں ہو پاتا ہے۔

(1) امام ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

(ثم الطعن اما ان يكون لكذب الراوى اوتهمته بذلک اوفحش غلطه اوغفلته اوفسقه اووهمه اومخالفته اوجهالته اوبدعته اوسوء حفظه.

فالاول الموضوع-والثانى المتروک-والثالث المنكر على رأى -وكذا الرابع والخامس-ثم الوهم ان اطلع عليه بالقرائن وجمع الطرق فالمعلل-ثم المخالفة ان كانت بتغيير السياق فمدرج الاسناد-او بدمج موقوف بمرفوع-فمدرج المتن-اوبتقديم او تاخير فالمقلوب-او بزيادة راوٍ فالمزيد فى متصل الاسانيد-او بابداله ولا مرجح فالمضطرب-وقد يقع الابدال عمدًا امتحانًا-او بتغيير مع بقاء السياق فالْمُصَحَّفُ وَالْمُحَرَّفُ-ولا يجوز تعمد تغيير المتن بالنقص والمرادف الا لعالم بما

يحيل المعانی–فَاِنْ خفى المعنٰى،اُحْتِيْجَ اِلٰى شَرْحِ الْغَرِيْبِ وَبَيَانِ الْمُشْكِلِ

ثـم الـجهالة وسببها ان الراوی قد تكثر نعوته فيذكر بغيرما اشتهر به لغرض–وصنفوا فيه المُوَضِّحَ–وقد يكون مُقِلًّا فلا يكثر الاخذ عنه وصنفوا فيـه الـوحدان–ولا يسمى اختصارًا–و فيه المبهمات ولا يقبل المبهم ولو اُبْهِـمَ بـلـفـظ التـعديل على الاصح–فان سمى وانفرد واحد عنه،فمجهول العين–اواثنان فصاعدًا ولم يُوَثَّقْ فمجهول الحال وهو المستور.

ثـم البدعة اما بمكفر اوبمفسق–فالاول لايقبل صاحبها الجمهور–والثـانی يقبل من لم يكن داعية الٰى بدعته فی الاصح–الا ان روى ما يقوى بدعته فيرد على المختار وبه صرح الجوزقانی شيخ النسائی.

ثـم سوء الحفظ ان كان لازمًا فهوالشاذ على رأى اوطارئًا فالمختلط–ومتٰى تـوبـع سـیء الـحـفـظ بمعتبروكذا المستور والمرسل والمدلس وصار حديثهم حسنًا–لا لذاته بل بالمجموع (نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر)

ترجمہ:طعن(1)یاتوراوی کے کذب(2)یامتہم بالکذب(3)یا کثرت غلط(4)یا غفلت(5)یا فسق(6)یاوہم(7)یا مخالفت ثقات(8)یا مجہول ہونے(9)یابدعت (10)یابدحافظگی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(1)پس اول موضوع ہے(یعنی جس کا راوی کاذب ہو)(2)اوردوسری متروک ہے(3)اورتیسری ایک قول کے مطابق منکر ہے(4-5)اوراسی طرح چوتھی اور پانچویں (6)پھروہم اگراس پرقرائن اورسندوں کے جمع کرنے سے اطلاع ہوجائے تومعلل ہے۔

(7)پھرمخالفت ثقات اگرسیاق کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتو مدرج الاسناد ہے،یا موقوف کومرفوع میں ضم کرنے کی وجہ سے ہوتومدرج المتن ہے،یاتقدیم وتاخیرکی وجہ سے ہوتو مقلوب ہے،یاراوی کی زیادتی کی وجہ سے ہوتومزید فی متصل الاسانید ہے،یااس کی تبدیلی

کی وجہ سے ہو، اور کوئی مرجح نہ ہو تو مضطرب ہے اور کبھی تبدیلی قصداً امتحان کے لیے ہوتی ہے، یا مخالفت ثقات بقائے سیاق کے ساتھ کسی تبدیلی کی وجہ سے ہو تو مصحف یا محرف ہے اور قصداً متن کو بدلنا کمی کر کے یا مرادف کے ذریعہ جائز نہیں، مگر اس عالم کے لیے جو معنی کو برقرار رکھ سکے، پس اگر معنی مخفی ہو جائے تو لفظ غریب کی شرح اور لفظ مشکل کے بیان کی ضرورت ہوگی۔

(8) پھر جہالت راوی، اور اس کا سبب یہ ہے کہ راوی کی صفات کثیر ہوں، پس کسی مقصد کے لیے کسی غیر مشہور صفت کے ساتھ ذکر کیا جائے اور اس موضوع پر علما نے موضح (راوی کی وضاحت کرنے والی کتابیں) لکھیں اور کبھی راوی قلیل الروایت ہوتا ہے، پس اس سے اخذ حدیث کم ہوتا ہے اور اس موضوع پر علما نے وحدان (جن سے ایک روایت آئی) تصنیف فرمائیں اور اس کا نام اختصار نہیں رکھا جاتا ہے اور اسی میں مبہمات ہے اور اصح قول کے مطابق مبہم مقبول نہیں، اگر چہ لفظ تعدیل کے ساتھ ابہام وارد ہو، پس اگر راوی کا نام ظاہر کر دیا گیا ہو، اور اس سے ایک نے روایت کیا ہو تو یہ مجہول العین ہے، یا دو یا دو سے زائد نے روایت کیا ہو، اور اس کی توثیق وارد نہ ہوئی ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور یہی مستور ہے۔

(9) پھر بدعت یا تو بدعت مکفرہ ہوگی یا بدعت مفسقہ، پس بدعت مکفرہ والے کی روایت جمہور علما قبول نہیں کرتے اور اصح قول کے مطابق بدعت مفسقہ والے کی روایت قبول کی جائے گی، اگر وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو، مگر یہ کہ ایسی بات روایت کرے جس سے اس کی بدعت کی تقویت ہوتی ہو، مسلک مختار کے مطابق اور امام جوزقانی (ابو اسحاق سعدی جوزجانی (م ۲۵۹ھ) امام نسائی کے شیخ نے یہی صراحت فرمائی۔

(10) پھر سوئے حفظ اگر لازم ہو تو ایک قول کے مطابق وہ شاذ ہے، یا طاری ہونے والی ہو تو مختلط ہے اور جب سی ء الحفظ اور اسی طرح مستور، مرسل، مدلس کا اعتبار کسی معتبر سے ہو جائے تو ان سب کی حدیث حسن ہو جاتی ہے، حسن لذاتہ نہیں، بلکہ مجموعی طور پر۔

متعدد سندوں کے سبب ضعیف حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

(2) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا:(اما العدالة فوجوه الطعن المتعلقة بها خمس:الاول بالكذب والثانی باتهامه بالكذب والثالث بالفسق والرابع بالجهالة والخامس بالبدع)(مقدمہ:مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: لیکن عدالت تو اس سے پانچ اسباب طعن متعلق ہیں:

اول: کاذب ہونا۔دوم: کذب سے متہم ہونا۔سوم: فسق سے متہم ہونا۔

چہارم: مجہول ہونے سے متہم ہونا۔پنجم: بدعت سے متہم ہونا۔

(3) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا:(اما وجوه الطعن المتعلقة بالضبط فهی ایضًا خمسة:احدها فرط الغفلة وثانيها كثرة الغلط وثالثها مخالفة الثقات ورابعها الوهم وخامسها سوء الحفظ)(مقدمہ:مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: لیکن ضبط سے تعلق رکھنے والے اسباب طعن تو وہ بھی پانچ ہیں:اول: کثرت غفلت۔دوم: غلطی کی کثرت۔سوم: ثقہ راویوں کی مخالفت۔چہارم: وہم۔پنجم: بدحافظہ ہونا۔

حدیث حسن لغیرہ کی تعریف وتوضیح

(1) امام شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے حدیث حسن لغیرہ کی تشریح میں رقم فرمایا:((وقال)ای ابن الصلاح(بَانَ)ای ظَهَرَ(لی بامعان)ای باطالتی و اكثاری(النظر)والبحث جامعًا بين اطراف كلامهم ملاحظًا مواقع استعمالهم (ان له)ای الحسن(قسمين)احدهما يعنی وهو المسمّٰى بالحسن لغيره ان يكون فی الاسناد مستور لم يتحقق اهليته غير مغفل ولا كثير الخطاء فی روايته ولا متهم بتعمد الكذب فيها ولا ينسب الٰى مفسق اٰخر واعتضد بمتابع او شاهد) (فتح المغیث: جلد اول:ص83-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حافظ ابن صلاح شافعی (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے فرمایا کہ طویل غور وخوض اور بہت زیادہ فکر ونظر اور محدثین کے اجزائے کلام اور ان کے مواقع استعمال کی تفتیش وتجزیہ کاری کے بعد مجھے ظاہر ہوا کہ حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے ایک وہ ہے جس کا نام حسن لغیرہ ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند میں کوئی مستور ہو کہ جس کی عدالت متحقق نہ ہوئی ہو، لیکن وہ غفلت والا اور اپنی روایت میں زیادہ خطا کرنے والا نہ ہو، اور نہ ہی حدیث میں قصداً جھوٹ بولنے سے متہم ہو، اور نہ ہی کسی دوسرے فسق کی جانب منسوب ہو، اور اس کی حدیث کسی متابع یا شاہد سے قوت پا گئی ہو۔

(2) امام ابن حجر عسقلانی شافعی نے حدیث حسن لغیرہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا: ((ومتٰی توبع السیء الحفظ بمعتبر) کَاَنْ یکون فوقه او مثله، لا دونه (وکذا المختلط) الذی لا یتمیز (والمستور و) الاسناد (المرسل و) کذا (المدلس) اذا لم یعرف المحذوف منه (صار حدیثهم حسنًا، لا لذاته بل) وصفه بذلک (باعتبار المجموع) من المتابِع والمتابَع - لان کل واحد منهم باحتمال کون روایته صوابًا اوغیر صواب علٰی حد سواء - فاذا جائت من المعتبرین روایة موافقة لاحدهم، رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین - ودل ذلک علٰی ان الحدیث محفوظ فارتقٰی من درجة التوقف الٰی درجة القبول واللّٰه اعلم - ومع ارتقائه الٰی درجة القبول فهو منحط عن رتبة الحسن لذاته) (نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر: ص75)

ترجمہ: اور جب سیء الحفظ (بد حافظہ) کی کسی معتبر (راوی) کے ذریعہ متابعت ہو جائے، بایں طور کہ وہ (دوسرا راوی) اس سے بہتر ہو، یا اس کے مثل ہو، نہ کہ اس سے کمتر ہو اور اسی طرح مختلط جو تمیز نہ کر پاتا ہو، اور مستور اور سند مرسل اور اسی طرح سند مدلس جب کہ اس کے محذوف راوی کی معرفت نہ ہو سکے تو ان لوگوں (سیء الحفظ، مختلط، مستور، مرسل،

مدلس) کی حدیث حسن ہو جائے گی، لیکن حسن لذاتہ نہیں، بلکہ اس کو حسن سے متصف کرنا متابع بالکسر اور متابع بالفتح کے مجموعی اعتبار سے ہے، اس لیے کہ مذکورہ راویوں (سی ءالحفظ، مختلط، مستور، مرسل، مدلس) میں سے ہر ایک کی روایت، درست ہونے اور درست نہ ہونے کے احتمال میں برابر ہے (یعنی ممکن ہے کہ وہ روایت صحیح ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ غلط ہو)

پس جب قابل اعتبار راویوں کی جانب سے ان مذکورہ راویوں میں سے کسی کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دو احتمالوں (صحت وعدم صحت) میں سے ایک جانب (یعنی جانب صحت) ترجیح پا جائے گی اور موافق روایت کا آنا اس بات پر دلالت کرے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے (یعنی موضوع نہیں ہے)، پس درجہ توقف سے درجہ قبول کی طرف ترقی کر جائے گی: (واللہ تعالیٰ اعلم) اور درجہ قبول کی جانب ترقی کر جانے کے باوجود وہ حسن لذاتہ کے رتبہ سے کم درجہ ہوگی۔

(3) حافظ ابن صلاح شافعی (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے رقم فرمایا: (**احدهما الحديث الذى لايخلو رجال اسناده من مستور لم يتحقق اهليته، غير انه ليس مغفلًا كثير الخطاء فيما يرويه ولا هو متهم بالكذب فى الحديث اى لم يظهر منه تعمد الكذب فى الحديث ولا سبب اٰخر-ويكون متن الحديث مع ذلك قد عرف بان روى مثله او نحوه من وجه اٰخر او اكثر حتى اعتضد بمتابعة من تابع راويه علٰى مثله او بما له من شاهد وهو ورود حديث اٰخر بنحوه فيخرج بذلك عن ان يكون شاذًا ومنكرًا و كلام الترمذى علٰى هذا القسم يتنزل**) (مقدمہ ابن صلاح: ص16- دار الفکر بیروت)

ترجمہ: حسن کی دو قسموں میں سے ایک وہ حدیث ہے کہ اس کی سند کے رواۃ کسی ایسے مستور راوی سے خالی نہ ہو کہ جس کی عدالت متحقق وثابت نہ ہوئی ہو، مگر یہ کہ وہ غفلت والا اور اپنی روایت میں بہت زیادہ خطا کرنے والا نہ ہو، اور نہ ہی وہ حدیث میں کذب بیانی

سے تہمت زدہ ہو، یعنی اس سے حدیث میں قصداً دروغ گوئی ظاہر نہ ہوئی ہو، اور نہ ہی (رد حدیث کا) کوئی دوسرا سبب ہو، اور متن حدیث ان شرائط کے ساتھ معروف ہو، بایں طور کہ اس کے مثل (باعتبار لفظ کے) یا اس کی طرح (باعتبار معنی کے) روایت ہوئی ہو، کسی ایک دوسری سند یا ایک سے زیادہ دوسری سندوں سے، یہاں تک کہ اس روایت کو قوت مل گئی ہو اس کی متابعت سے جو اس حدیث کے راوی کی (باعتبار لفظ کے) اسی کی مثل روایت پر متابعت کرے، یا اس حدیث کو قوت مل گئی ہو اس کے کسی شاہد (معنوی طور پر متحد و متفق روایت) کے ذریعہ اور (شاہد) اس حدیث کے (معنوی طور پر) مماثل ایک دوسری حدیث کا آنا ہے، پس اس طریقے سے وہ حدیث شاذ اور منکر ہونے (کے احتمال) سے خارج ہو جائے گی اور امام ترمذی کا کلام (جامع الترمذی، کتاب العلل: جلد دوم: ص238) اسی مفہوم پر صادق آتا ہے۔

(4)(قال ابو عیسیٰ: وما ذکرنا فی ھذا الکتاب حدیث حسنٌ فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا-کل حدیث یروی لا یکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذاک فھو عندنا حسن) (جامع الترمذی: کتاب العلل: جلد دوم: ص238)

ترجمہ: امام ترمذی نے فرمایا کہ جو ہم نے اس کتاب (جامع الترمذی) میں حدیث حسن کا ذکر کیا تو ہم نے اپنے نزدیک اس کی سند کا حسن ہونا مراد لیا۔ ہر مروی حدیث جس کی سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو، اور حدیث شاذ نہ ہو، اور اسی کے مثل کسی اور سند سے مروی ہو، پس وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔

حدیث حسن کی اصطلاح امام ترمذی نے ایجاد کی۔ اس کے بعد یہ محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہوگئی۔ اس سے قبل صحیح اور ضعیف کی اصطلاح رائج تھی۔ قابل عمل احادیث مقدسہ کو معمول بہ اور صالح حدیث کہا جاتا تھا۔

(5) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے رقم فرمایا: (والضعیف ان تعدد طرقه وانجبر ضعفه، یسمّٰی حسنًا لغیره) (مقدمہ مشکوۃ المصابیح: ص5)

ترجمہ: حدیث ضعیف کی اگر چند سندیں ہوں اور اس کا ضعف دور ہو جائے تو اس کا نام حسن لغیرہ رکھا جائے گا۔

(6) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مختلط کا حکم بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا: (وان وجد لهذا القسم متابعات و شواهد-ترقی من مرتبة الرد الی القبول والرجحان-و هذا حکم احادیث المستور والمدلس والمرسل)

(مقدمہ مشکوۃ المصابیح: ص6)

ترجمہ: اور اگر اس قسم (مختلط کی روایت) کے لیے متابعات وشواہد پائی جائیں تو مقام رد سے قبول وترجیح کے درجہ کی جانب ترقی کر جائے گی اور مستور، مدلس اور مرسل کی روایتوں کا یہی حکم ہے۔

حدیث حسن لغیرہ سے متعلق اسی طرح کی تفصیل امام سیوطی شافعی کی کتاب ''الفیۃ الحدیث'' (ص15 - دارالمعرفہ بیروت) اور علامہ عبدالحئ لکھنوی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ) کی کتاب ''ظفر الامانی'' (ص182 -مطبوعہ: دبئ) میں مذکور ہے۔

سئ الحفظ اور مختلط ومستور کی روایت اور اسی طرح حدیث مرسل ومدلس کے لیے متابع یا شاہد حدیث پائی جائے تو وہ ضعیف سے ترقی کر کے حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور حدیث حسن لغیرہ سے مسائل شرعیہ کا استنباط ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام ضعیف احادیث تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ نہیں ہوتی ہیں، بلکہ بعض ضعیف حدیثیں ناقابل انجبار ہوتی ہیں، یعنی قوت پا کر ترقی نہیں کر پاتی ہیں۔ اسی طرح بعض ضعیف حدیثیں جابر نہیں ہوتی ہیں، یعنی دوسری ضعیف حدیث کو قوت فراہم کرنے والی نہیں ہوتی ہیں۔ باب ششم میں تفصیل ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب ششم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

حدیث شدید الضعف کی تشریح وحکم

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے رقم فرمایا:(قد صرح السبکی بان شرط العمل بالحدیث الضعیف ان لا یشتد ضعفه)

(الفتاوی الکبری الفقہیہ : جلداول:ص195-دارصادر بیروت)

ترجمہ:امام سبکی شافعی نے تصریح کی ہے کہ حدیث ضعیف پرعمل کی شرط یہ ہے کہ وہ شدید ضعیف نہ ہو۔

ناقابل انجبار احادیث ضعیفہ

بعض ضعیف حدیثیں قوت پاکرحسن لغیرہ ہوجاتی ہیں۔ایسی حدیثوں کوقابل انجبار (قوت پاجانے والی)ضعیف حدیث کہاجاتا ہےاوربعض ضعیف حدیث حسن لغیرہ کی منزل تک نہیں پہنچ پاتی ہیں۔ایسی حدیثیں ناقابل انجبار(قوت نہ پانے والی)ہوتی ہیں۔

(1) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا:(وقال بعضهم:ان کان الضعیف من جهة سوء حفظ او اختلاط او تدلیس مع وجود الصدق والدیانة ینجبر بتعدد الطرق-وان کان من جهة اتهام الکذب او الشذوذ او فحش الغلط ،لا ینجبر بتعدد الطرق-والحدیث محکوم علیه بالضعف ومعمول به فی فضائل الاعمال-وعلیٰ مثل هذا ینبغی ان یحمل ان لحوق الضعیف بالضعیف لا یفید قوة-والا فهذا القول ظاهر الفساد-فتدبر)

(مقدمہ مشکوۃ المصابیح:ص6)

ترجمہ: اور بعض محدثین نے فرمایا کہ اگر ضعف سوئے حفظ یا اختلاط یا تدلیس کی وجہ سے ہو (راوی کے) صدق و دیانت کے پائے جانے کے ساتھ تو تعدد طرق (متعدد سندوں سے مروی ہونے) کی وجہ سے (ضعف) ختم ہوجائے گا اور اگر (ضعف) اتہام کذب یا شذوذ یا کثرت غلط کی وجہ سے ہو تو تعدد طرق (متعدد طریقوں سے مروی ہونے) کی وجہ سے (ضعف) ختم نہیں ہوگا اور جس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے، وہ فضائل اعمال کے بارے میں قابل عمل ہے اور مناسب ہے کہ اسی مفہوم پر محمول کیا جائے اس کو کہ ضعیف کا ضعیف سے ملنا قوت کا افادہ نہیں کرتا ہے، ورنہ اس قول کا فاسد ہونا ظاہر ہے، پس غور کرلو۔

(2) حافظ ابن صلاح شافعی نے رقم فرمایا: (لعل الباحث الفَهِمَ یقول: انا نجد احادیث محکومًا بضعفه مع کونها قد رُوِیَتْ باسانید کثیرة من وجوه عدیدة مثل حدیث: (الاذنان من الرأس) ونحوه فَهَلّا جعلتم ذلک وامثاله من نوع الحسن لان بعض ذلک عضَّد بعضًا کما قلتم فی نوع الحسن علٰی ما سبق انفًا - وجواب ذلک انه لیس کل ضعف فی الحدیث یزول بمجیئه من وجوه - بل ذلک یتفاوت - فمنه ضعف یزیله ذلک بان یکون ضعفه ناشئًا من حفظ راویه مع کونه من اهل الصدق والدیانة.

فاذا رأینا ما رواه قد جاء من وجه اٰخر عرفنا انه مما قد حفظه ولم یختل فیه ضبطه له - وکذلک اذا کان ضعفه من حیث الارسال زال بنحو ذلک - کما فی المرسل الذی یرسله امام حافظ - اذ فیه ضعف قلیل یزول بروایته من وجه اٰخر - ومن ذلک ضعف لا یزول بنحو ذلک لقوة الضعف وتَقَاعُدِ هذا الجابر عن جبره ومقاومته وذلک کالضعف الذی ینشأ من کون الراوی متهمًا بالکذب او کون الحدیث شاذا - وهذه جملة تفاصیلها تدرک بالمباشرة والبحث - فاعلم ذلک فانه من النفائس العزیزة: واللّٰه

اعلم) (مقدمہ ابن صلاح:ص 17- دارالفکر بیروت)

ترجمہ: شاید تفتیش کرنے والا سمجھدار کہے کہ ہم بہت سی احادیث کو پاتے ہیں کہ چند طریقوں سے بہت سی سندوں سے مروی ہوتے ہوئے بھی اس پر ضعف کا حکم لگایا گیا ہے جیسے (الاذنان من الرأس) کی حدیث اور اس جیسی (دوسری) حدیث تو آپ نے اس حدیث اور اس کی مماثل حدیث کو حسن کی قسم سے کیوں نہ بنایا، اس لیے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو قوت پہنچایا جیسا کہ آپ نے حسن کی قسم کے بارے میں کہا جیسا کہ ابھی گزرا؟

اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ضعف چند سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ہے، پس اس میں سے بعض ضعف ایسا ہے جسے چند سندوں سے مروی ہونا زائل کر دیتا ہے بایں طور کہ اس کا ضعف راوی کے حفظ کی وجہ سے پیدا ہو، اس کے اہل صدق واہل دیانت ہونے کے ساتھ، پس جس حدیث کو اس نے روایت کیا، جب ہم نے دیکھا کہ وہ حدیث دوسری سند سے مروی ہوئی ہے تو ہم نے جان لیا کہ یہ حدیث ان میں سے ہے جسے اس نے یاد رکھا ہے اور اس حدیث سے متعلق اس کی یادداشت خلل پذیر نہیں ہوئی۔

اور ایسے ہی جب اس کا ضعف ارسال کی وجہ سے ہو تو اسی کی مثل حدیث مرسل کی وجہ سے (ضعف) زائل ہو جاتا ہے جیسا کہ اس مرسل حدیث میں جسے امام حافظ الحدیث نے ارسال کیا ہو، اس لیے کہ اس میں قلیل ضعف ہے جو دوسری سند سے اس کے مروی ہونے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے۔

اور اسی میں سے کچھ ایسا ضعف ہے جو دوسری سند سے مروی ہونے کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ہے، ضعف کے قوی ہونے کی وجہ سے اور اس جابر (قوت دینے والی دوسری حدیث) کے اس خامی کو دور کرنے سے اور اس ضعف کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہنے کی وجہ سے اور یہ جیسے کہ وہ ضعف جو راوی کے متہم بالکذب یا حدیث کے شاذ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو، اور یہ اس کی تفاصیل کا خلاصہ ہے جو علم حدیث میں مشغولیت اور بحث وتفتیش سے حاصل

ہوتا ہے، پس اس کو محفوظ کرلو، اس لیے کہ یہ نادر الوجود عمدہ نکتوں میں سے ہے: واللہ اعلم

(3) امام ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا: (اقول لم یذکر للجابر ضابطًا یعلم منه ما یصلح ان یکون جابرًا اَوْ لَا-والتحریر فیه ان یقال: انه یرجع الی الاحتمال فی طرفی القبول والرد -فحیث یستوی الاحتمال فیهما فهو الذی یصلح لان ینجبر-وحیث یقوی جانب الرد فهو الذی لا ینجبر) (النکت علی کتاب ابن الصلاح: جلد اول: ص409)

ترجمہ: (امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا) حافظ ابن صلاح شافعی نے جابر (ضعیف کو قوت دینے والی سند یا متن) کے لیے کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا جس سے معلوم ہو سکے کہ کون حدیث جابر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے اور کون صلاحیت نہیں رکھتی اور اس بارے میں یہی قول ہے کہ قبول ورد کے احتمال کی جانب رجوع کیا جائے، پس جہاں رد وقبول کا احتمال مساوی ہو تو وہ منجبر ہونے کے لائق ہے اور جہاں جانب رد قوی ہو تو وہ منجبر نہ ہوگی۔

(الف) حافظ ابن صلاح شافعی وامام ابن حجر عسقلانی کے قول سے یہ ثابت ہوا کہ جس ضعیف حدیث میں رد وعدم قبول کا احتمال قوی ہو، وہ ضعیف حدیث قوت نہیں پا سکے گی، پھر اس کے لیے تقویت دینے والی حدیث سے فائدہ نہیں۔ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

(ب) باب پنجم میں بیان کیا گیا کہ سئ الحفظ، مختلط ومستور کی روایت اور اسی طرح حدیث مرسل ومدلس متابع یا شاہد کے پائے جانے کے وقت منجبر ہو جاتی ہے، یعنی قوت پا جاتی ہے اور حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور کاذب، متہم بالکذب کی روایت اور شاذ روایت نا قابل انجبار ہے۔ وہ نہ قوت پاتی ہے، نہ کبھی حسن لغیرہ ہوتی ہے۔

اصول حدیث کی بعض جدید تصانیف میں ہے کہ راوی کی عدالت کے سبب جو خامی پیدا ہو، وہ نا قابل انجبار ہے اور راوی کے ضبط کے سبب جو خامی پیدا ہو، وہ قابل انجبار ہے۔ یہ قول غلط ہے۔ شاذ حدیث نا قابل انجبار ہے اور اس میں ضعف ضبط راوی کی وجہ سے آیا

ہے، نہ کہ عدالت کے سبب۔اس باب میں قابل انجبار و نا قابل انجبار کی تفصیل ہے۔

حدیث ضعیف کی قسمیں

حدیث ضعیف کی بہت سی قسمیں ہیں۔حافظ ابن صلاح شافعی نے تحریر فرمایا کہ حافظ ابن حبان بستی (م۳۵۴ھ) نے حدیث ضعیف کی انچاس (49) قسمیں بیان فرمائیں۔

(مقدمہ ابن صلاح: نوع ثالث)

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا کہ قاضی القضاۃ شرف الدین مناوی نے حدیث ضعیف کی ایک سو انتیس (129) عقلی اقسام بیان فرمائیں۔ ان میں سے اکیاسی (81) اقسام ممکن الوجود ہیں۔(تدریب الراوی: نوع ثالث)

ان اقسام میں سے جن میں راوی کاذب یا متہم بالکذب ہو، اور اس کی تائید کسی ایسی سند سے ہورہی ہو کہ اس میں بھی راوی کاذب یا متہم بالکذب ہے تو اگر ایسی سو سندیں بھی ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہی رہے گی۔اس قسم کی حدیث کو شدید الضعف حدیث ضعیف کہا جاتا ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) نے رسالہ: ''منیر العینین فی حکم تقبیل الابہامین'' میں ضعف حدیث کے منجبر ہونے (قوت پا کر حسن لغیرہ ہوجانے) سے متعلق محققانہ کلام فرمایا ہے۔وہ اسی باب میں منقول ہے۔

(1) امام عبدالرؤف مناوی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے رقم فرمایا: (قالوا: واذا قوی **الضعف لا ینجبر بوروده من وجه آخر-وان کثرت طرقه)**

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: جلد اول: ص56)

ترجمہ: علما نے فرمایا کہ جب ضعف قوی ہو تو حدیث کے (اسی کی مماثل) دوسری سند سے مروی ہونے کی وجہ سے ضعف منجبر نہ ہوگا، اگر چہ اس کی کثیر سندیں ہوں۔

اسی کی مماثل کثیر سندیں بھی نا قابل اعتبار اور غیر جابر ہوں گی۔

(2) علامہ سید ابن عابدین شامی نے تحریر فرمایا: (**شدید الضعف ھو الذی لا یخلو طریق من طرقہ عن کذاب او متھم بالکذب-قالہ ابن حجر**)

(ردالمحتار: جلد اول: ص128)

ترجمہ: شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی سندوں میں سے کوئی سند کاذب یا متہم بالکذب راوی سے خالی نہ ہو۔ یہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے فرمایا۔

آغاز باب میں حافظ ابن صلاح وشیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شذوذ وفحش غلط بھی نا قابل انجبار ہیں۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے منیر العینین میں کذب واتہام کذب کو نا قابل انجبار بتایا ہے اور دیگر وجوہ کے بارے میں کلام فرمایا۔

فضائل اعمال اور ضعیف احادیث

فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ امام عسقلانی نے اس کی تین شرط بتائی۔

(1) امام سیوطی شافعی نے رقم فرمایا: (**وقد ذکر شیخ الاسلام لہ ثلاثۃ شروط -احدھا: ان یکون الضعف غیر شدید-فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ-نقل العلائی الاتفاق علیہ-الثانی: ان یندرج تحت اصل معمول بہ-الثالث: ان لا یعتقد عند العمل بہ ثبوتہ بل یعتقد الاحتیاط-وقال: ھذان ذکرھما ابن عبدالسلام وابن دقیق العید**)

(تدریب الراوی: جلد اول: ص298)

ترجمہ: شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی نے اس کے لیے تین شرطیں ذکر فرمائیں: شرط اول یہ کہ ضعف شدید نہ ہو، پس وہ حدیث خارج ہو جائے گی جس میں کذابین، متہمین بالکذب اور فحش غلطی کرنے والے منفرد ہوں۔ صلاح الدین علائی (۶۹۴ھ-۷۶۱ھ) نے اس پر اتفاق نقل کیا۔ شرط دوم یہ کہ وہ حدیث ضعیف کسی اصل معمول بہ کے تحت مندرج ہو۔ شرط سوم یہ کہ اس پر عمل کے وقت اس کے ثابت ہونے کا اعتقاد نہ کرے،

بلکہ احتیاط کا اعتقاد کرے اور فرمایا:ان دونوں شرطوں کا ذکر فقیہ عزبن عبدالسلام شافعی (۵۷۷ھ-۶۶۰ھ) اور امام تقی الدین بن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ) نے کیں۔

(2) شیخ طاہر جزائری دمشقی (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۸ھ) نے رقم فرمایا:(قد ذکر الحافظ ابن حجران للاخذ بالحدیث الضعیف فی الفضائل ونحوها عند من سوغ ذلک،ثلاثة شروط-احدها:ان یکون الضعیف غیر شدید الضعف فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطه-وقد نقل البعض الاتفاق علیه) (توجیہ النظر الی اصول الاثر: جلددوم:ص 653-مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب)

ترجمہ:امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے فضائل اوراسی کے مماثل امور میں حدیث ضعیف پرعمل کرنے کے لیے جواسے جائز کہے،تین شرطیں بیان کیں۔اول یہ کہ حدیث شدید ضعف والی نہ ہو،پس وہ حدیث خارج ہوجائے گی جس میں کذابین، متہمین بالکذب اورفحش غلطی کرنے والے منفرد ہوں۔بعض نے اس پراتفاق نقل کیا۔

(3) امام شہاب الدین خفاجی مصری حنفی (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے امام سخاوی شافعی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) کی کتاب''القول البدیع''سے نقل کیا:(ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتهمین ومن فحش غلطه)

(نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض: جلداول:ص43-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:ضعف غیر شدید ہو،جیسے وہ حدیث جس میں کذابین،متہمین بالکذب اورفحش غلطی کرنے والے منفرد ہوں۔

(4) امام الوہابیہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۷ھ) نے لکھا:

(قال السخاوی فی القول البدیع:سمعت شیخنا ابن حجر یقول: شرائط العمل بالحدیث الضعیف ثلاثة-الاول:المتفق علیه-وهو ان یکون

الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتهمین ومن فحش غلطه–والثانی:ان یکون مندرجًا تحت اصل عام فیخرج ما یخترع بحیث لا یکون له اصلًا–والثالث:ان لا یعتقد عند العمل ثبوته لئلا ینسب الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ما لم یقله–والاخیران عن ابن عبد السلام وابن دقیق العید–والاول نقل العلائی الاتفاق علیه)

(الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ :ص113-دارالکتب التعلیمیہ بیروت)

ترجمہ: حافظ سخاوی نے ''القول البدیع''میں تحریر فرمایا: میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی کوفرماتے سنا: حدیث ضعیف پرعمل کی تین شرطیں ہیں۔پہلی متفق علیہ ہے اوروہ یہ کہ ضعف غیرشدید ہو، جیسے وہ حدیث جس میں کذابین، متہمین بالکذب اورفحش غلطی والے منفردہوں۔دوسری شرط یہ کہ وہ حدیث کسی اصل عام کے تحت مندرج ہو،پس وہ حدیث خارج ہوجائے گی جواختراع کی جائے بایں طورکہ اس کی کوئی اصل نہ ہو،تیسری شرط یہ کہ عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد (یقین)نہ کرے،تا کہ حضوراقدس سیددوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب اسے نہ منسوب کردے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمایاہو۔اخیرکی دونوں شرطوں کی روایت فقیہ عزبن عبدالسلام شافعی اورامام تقی الدین بن دقیق العیدشافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ) سے ہے اورشرط اول پرعلائی نے اتفاق نقل کیا۔

امام عسقلانی کاقول مختلف فیہ

ضعیف حدیث سےمتعلق امام ابن حجرعسقلانی سےمنقولہ بالاروایت مختلف فیہ ہے۔

(1)اعلیٰ حضرت امام احمدرضا قادری نے رقم فرمایا:''تحدیداول پرامرسہل وقریب ہے کہ ایک جماعت علماحدیث کذابین ومتہمین پراطلاق وضع کرتے ہیں توغیرموضوع سے انہیں خارج کرسکتے ہیں ،مگرثانی تصریحات ومعاملات جمہورعلماوخودامام الشان (حافظ

عسقلانی) سے بعید اور ثالث بظاہرہ ابعد ہے۔ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ (عسقلانی) نے متروک،شدید الضعف ،راوی موضوعات کی حدیث کوبھی فضائل میں محتمل رکھا‘‘۔(فتاویٰ رضویہ: جلد دوم:ص479-دارالعلوم امجدیہ کراچی)

(2)اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے حدیث ضعیف شدید پر ایک نادر تحریر رقم فرمائی ہے جوافادۂ عامہ کے لیے ذیل میں منقول ہے۔

(ورأیتنی کتبت ھھنا علٰی ھامش فتح المغیث کلامًا یتعلق بالمقام احببت ایراده اتمامًا للمرام-فذکرت اولا مَا عَنِ الشَّامِی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدته باطلاق العلماء-ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ-ثم قلت ما نصه-اقول:وھذا کما تری مخالف لاطلاق ما مر عن النووی عن العلماء قاطبة-ولتحدید ما مرعن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسه-لکن یظھر لی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام-بانه ھھنا ذکر التفرد-وفیما سبق قال:لا یخلوا طریق من طرقه-فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذب والتھمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین التفرد-اما اذا کثرت طرقه فح یبلغ درجة یَسِیْرِ الضَّعْفِ فی خصوص قبوله فی الفضائل-بخلاف شدید الضعف بالکذب والتھمة-فانه وان کثرطرقه التی لاتفوقه بان لایخلو شئ منھا عن کذاب اومتھم،لا یبلغ تلک الدرجة ولا یعمل به فی الفضائل.

وھذا ھو الذی یعطیه کلام السخاوی فیما مرحیث جعل قبول ما فیه ضعف شدید مطلقًا ولوبغیرکذب فی باب الفضائل موقوفًا علٰی کثرة الطرق-لکنه یخالفه فی خصلة واحدة وھوحکمه بالقبول بکثرة الطرق فی الضعف بالکذب ایضًا کما تقدم-وھو کما تری مخالف لصریح ما نقل

عن شیخ الاسلام-وعلٰی کل فلم یرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جمیعًا لنقل الامام النووی عنهم کافة-فانهم لم یشرطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرة الطرق ولا غیرها-سوی ان لا یکون موضوعًا-فصریح ما یعطیه کلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق اوفحش غلط مثلًا-وان تفرد-ولم یکثر طرقه-فافهم وتأمل-فان المقام مقام خفاء وزلل-واللّٰه المسئول لکشف الحجاب وابانة الصواب-الیه المرجع والیه المآب-اھ-ما اردت نقله مما علقته علی الهامش)

(فتاویٰ رضویہ: جلددوم:ص479-دارالعلوم امجدیہ کراچی)

ترجمہ: مجھے یادآ رہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ پرایسا کلام تحریر کیا جو مبحث سے متعلق ہے۔میں اسے مقصد کی تکمیل کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں،پس پہلے میں نے علامہ شامی کی روایت پرکلام کیا، پھراسے اطلاق علما سے مضبوط کیا، پھرنسیم الریاض کی روایت پیش کی، پھر جو میں نے لکھا، وہ یہ ہے:

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجرعسقلانی کا یہ قول اس اطلاق کے خلاف ہے جوامام نووی کی تمام علما سے روایت گزری،جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اورخودحافظ عسقلانی سے امام طحطاوی کی گزشتہ بیان کے خلاف ہے،لیکن میرے لیے حافظ عسقلانی کے دونوں قول سے مخالفت کا دفع ظاہرہوا، بایں طورکہ یہاں (امام سخاوی کی روایت) میں تفرد کا ذکر کیا اور ماسبق (روایت طحطاوی) میں فرمایا: (لایخلو طریق من طرقہ عن کذاب اومتہم بالکذب)

پس حاصل کلام یہ ہوگا کہ کذب اورتہمت کذب کے علاوہ سے آنے والی شدید ضعیف حدیث فضائل میں تفرد کے وقت قبول نہ کی جائے گی،لیکن جب اس کی کثیر سندیں ہوں تواس وقت وہ قلیل الضعف ہوکرصرف فضائل اعمال میں قبولیت کا درجہ پالے گی، برخلاف کذب وتہمت کذب کے سبب شدیدضعیف ہوجانے والی حدیث کے،اس لیے کہ

اگر چہ اس (ضعیف حدیث) کی کثیر سندیں ہوں، وہ اس درجہ (رتبہ قبولیت در فضائل) کو نہ پہنچے گی اور فضائل میں معمول بہ نہیں ہوگی (جب کہ وہ سندیں) اسی کے مماثل ہوں بایں طور کہ ان میں سے کوئی سند کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو۔

اور یہی مفہوم ہے امام سخاوی کے گزشتہ کلام کا، اس طرح کہ انہوں نے شدید ضعیف کے باب فضائل میں مقبول ہونے کو مطلقاً کثرت طرق پر موقوف ٹھہرایا، اگر چہ وہ ضعف شدید کذب کے علاوہ (دیگر) سبب سے آیا ہو، لیکن سخاوی کا یہ قول ایک صفت میں جمہور علما کے قول کے خلاف ہے اور وہ ان کا کثرت طرق کے سبب کذب کی وجہ سے ضعیف ہو جانے والی حدیث کی بھی قبولیت کا حکم کرنا ہے، جیسا کہ گزرا (مگر یہ کہ بوجہ کذب ضعیف قرار پانے والی حدیث کے دیگر طرق میں انتفائے کذب کو مشروط مانا جائے تو کلام سخاوی پر یہ ایراد وارد نہ ہوگا، لیکن کثرت طرق کی شرط جمہور علما کے خلاف ہوگی اور کذب و بقول بعض کذب وتہمت کذب سے خالی حدیث ضعیف اگر ایک ہی سند سے وارد ہو تو بھی عند الجمہو رفضائل میں مقبول ہے) اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ امام سخاوی کا یہ کلام حافظ عسقلانی سے منقول قول کے صریح مخالف ہے (کیوں کہ انہوں نے کذب کے سبب ضعیف ہو جانے والی حدیث کو فضائل میں مقبول تسلیم نہ کیا) اور بہر صورت امام نووی کے تمام علما سے منقول قول سے حافظ عسقلانی کے تمام علما سے منقول قول کی مخالفت دور نہ ہوئی، اس لیے کہ جمہور علما نے فضائل میں شدید ضعیف حدیث کی قبولیت کے لیے نہ کثرت طرق کی شرط لگائی، نہ اس کے علاوہ کوئی شرط (صرف موضوع نہ ہونے کی شرط ہے)، پس جمہور علما کے کلام کا ماحصل مثلاً فسق یا فحش غلط کے سبب شدید ضعیف ہو جانے والی حدیث کو قبول کرنا ہے، اگر چہ راوی منفرد ہو اور اس کی سندیں کثیر نہ ہوں، پس سمجھو اور غور کرو، اس لیے کہ مقام پوشیدگی اور لغزش کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے حجاب دور کرنے اور درستگی کے اظہار کا سوال ہے۔ رب تعالیٰ ہی مرجع اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ سے جس کی نقل کا میں نے ارادہ کیا،

وہ ختم ہوا۔(ترجمہ تمام ہوا)

امام ابن حجر عسقلانی سے منقولہ روایت امام نووی کی روایت کے مخالف ہے اور حافظ عسقلانی کے قول کا کوئی مفہوم بھی دونوں قول کی مخالفت کو دور نہیں کر پاتا ہے۔علما کا عمل اسی قول پر ہے جو امام نووی سے منقول ہے۔حافظ عسقلانی کی نقل اور صلاح الدین علائی کا اس پر اتفاق کا دعویٰ محل نظر ہے۔حافظ عسقلانی کی وہ روایت قابل قبول ہو سکتی ہے جو علامہ شامی نے نقل کی،کیوں کہ بعض حضرات متہم بالکذب کی روایت کو بھی موضوع قرار دیتے ہیں۔

حافظ عسقلانی سے جو امام سخاوی نے نقل کیا،وہ خود حافظ عسقلانی کے عمل کے خلاف ہے،لہٰذا وہ نا قابل عمل ہوگا۔ہاں،ایک یہ صورت ہے کہ حافظ عسقلانی کے قول کو باب احکام میں قبولیت کے لیے تسلیم کیا جائے اور کثرت طرق سے تعدد طرق مراد ہو،کیوں کہ حدیث ضعیف دو سند سے مروی ہونے پر حسن لغیرہ ہو جاتی ہے،اگر وہ حدیث محدثین کے یہاں قابل انجبار ہو:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

(3)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**فان قلت: هذا قيد زائد افاده امام فليحمل اطلاقاتهم عليه دفعًا للتخالف بين النقلين.**

قلت: نعم-لولا ان ما ذكروا من الدليل عليه-لا يلائم سريان التخصيص اليه-وكيف نصنع بما نشاهدهم يفعلون يروون شدة الضعف ثم يقبلون وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدليل والالصق بقواعد الشرع الجميل-فنود ان يكون عليه التعويل والعلم بالحق عند الملك الجليل)

(فتاویٰ رضویہ: جلد دوم:ص479-480-دار العلوم امجدیہ کراچی)

ترجمہ:پس اگر تم کہو کہ یہ ایک زائد قید ہے جس کا افادہ ایک امام نے کیا تو دونوں نقل کے درمیان تخالف کو دور کرنے کے لیے علما کے اطلاقات کو اس پر محمول کیا جائے۔

میں جواب دوں گا:اگر علما اپنے قول پر دلیل کا ذکر نہ کرتے تو بھی اس میں تخصیص

جاری کرنا درست نہ ہوتا اور ہم تخصیص کیسے کر سکتے ہیں، جب کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ شدید ضعیف کی روایت کرتے ہیں، پھر قبول کرتے ہیں اور حاصل کلام یہ کہ اطلاق دلیل کے موافق اور شرع جمیل کے قواعد کے مطابق ہے، پس ہماری پسند ہے کہ اسی پر اعتماد ہو، اور علم حق رب تعالیٰ کے پاس ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی کی قید کو برقرار رکھتے ہوئے دفع مخالفت کی کوئی راہ نہیں ہے، نیز اس قید پر خود امام ابن حجر عسقلانی کا بھی عمل نہیں ہے، پس کوئی دوسرا کیسے اس پر عمل کرے۔

(4) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (**فائدة جليلة** (فی احکام انواع الضعیف وانجبار ضعفها)(هذا الذی اشرت الیه من کلام السخاوی المار المتقدم—هو قوله مع متنه فی بیان الحسن —"ان لم یکن ضعف الحدیث لکذب اوشذوذ بان خالف من هو احفظ اواکثر اوقوی الضعف بغیرهما، فلم یجبر ولو کثرت طرقه—لکن بکثرة طرقه یرتقی عن مرتبة المردود المنکر الٰی مرتبة الضعیف الذی یجوز العمل به فی الفضائل—وربما تکون تلک الطرق الواهیة بمنزلة الطریق التی فیها ضعف یسیر بحیث لوفرض مجئ ذلک الحدیث باسناد فیه ضعف یسیر، کان مرتقیا بها الٰی مرتبة الحسن لغیره"—اه—ملخصًا.

ورائیتنی علقت علیه ههنا ما نصه—اقول: حاصل ما تقرر وتحرر ههنا مع زیادات نفیسة منا—ان الموضوع لا یصلح لشئ اصلًا—ولا یلتئم جرحه ابدًا—ولو کثرت طرقه ما کثرت—فان زیادة الشر لا یزید الشر الا شرًّا—وایضًا الموضوع کالمعدوم—والمعدوم لا یقوی ولایتقوی.

ومنه عند جمع، منهم شیخ الاسلام ما جاء بروایة الکذابین—وعند اٰخرین، منهم خاتم الحفاظ ما اتی من طریق المتهمین—وسوّٰیهما

السخاوی بشدید الضعف الاٰتی لذهابه الیٰ ان الوضع لا یثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به کذاب اووضاع کما نص علیه فی هذا الکتاب–وهو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب.

اما الضعف بغیرالکذب والتهمة من ضعف شدید مخرج له عن حیز الاعتبار کفحش غلط الراوی–فهذا یعمل به فی الفضائل علیٰ ما یعطیه کلام عامة العلماء–وهو الاقعد بقضیة الدلیل والقواعد–لا عند شیخ الاسلام علیٰ احدی الروایات عنه ومن تبعه کالسخاوی– الا اذا کثرت طرقه الساقطة عن درجة الاعتبار فح یکون مجموعها کطریق واحد صالح له فیعمل بها فی الفضائل–لکن لا یحتج بها فی الاحکام ولا تبلغ بذلک درجة الحسن لغیره الا اذا انجبرت مع ذلک بطریق اخر هی صالحة للاعتبارفان مجموع ذلک یکون کحدیثین ضعیفین صالحین متعاضدین فح ترتقی الی الحسن لغیره فتصیر حجة فی الاحکام.

اما مطلقًا علیٰ ما هوظاهر کلام المصنف اعنی العراقی–اوبشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق القاصرة المتکثرة القائمة مقام صالح واحدحد الکثرة فی الصوالح علیٰ ما فهمه السخاوی من کلام النووی وغیره الواقع فیه لفظ الکثرة مع نزاع لنا فیه مؤید بکلام شیخ الاسلام فی النزهة والنخبة المکتفیتین بوحدة الجابر مع جواز ان تکون الکثرة فی کلام النووی بمعنیٰ مطلق التعدد وهوالاوفق بما رَأَیْنَا من صنیعهم فی غیرمقام.

والضعیف بالضعف الیسیراعنی ما لم ینزله عن محل الاعتبار یعمل به فی الفضائل وحده– وان لم ینجبر–فان انجبر ولولواحد صارحسنا

لغیره واحتج به فی الاحکام علٰی تفصیل وصفنا لک فی الجابر فهذه هی انواع الضعیف-اما الذی لا نقص فیه عن درجة الصحیح الا القصور فی ضبط الراوی غیر بالغ الٰی درجة الغفلة-فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتی فی الاحکام -وهذا اذا کان معه مثله ولو واحدا-صار صحیحًا لغیره اودونه مما یلیه فلا الا بکثرة-انتهی ما کتبت بتلخیص)

(فتاویٰ رضویہ: جلد دوم: ص480-481- دارالعلوم امجدیہ کراچی)

ترجمہ: فائدہ جلیلہ: اقسامِ ضعیف کے احکام اور اس کے ضعف کے دور ہونے کے بیان میں۔ یہ وہ ہے جس کی جانب میں نے امام سخاوی کے گزشتہ ماقبل کلام میں اشارہ کیا اور وہ امام سخاوی کا قول متن کے ساتھ حدیث حسن کے بیان میں ہے:

”اگر حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ کی وجہ سے نہ ہو، بایں طور کہ زیادہ حفظ والے راوی یا کثیر روات کی روایت کے خلاف ہو، یا ان دونوں کے علاوہ سبب سے اس کا ضعف قوی ہو تو حدیث قوت نہیں پائے گی، اگر چہ اس کی سندیں کثیر ہوں، لیکن کثرت سند کی وجہ سے مردود منکر کے درجہ سے ترقی کر کے اس ضعیف کی منزل میں آ جائے گی جس پر فضائل میں عمل کرنا جائز ہے اور کبھی وہ کمزور اسانید ایک سند کی منزل میں آ جاتی ہیں جس میں قلیل ضعف ہو، پس اگر اس حدیث کا کسی ایسی سند سے آنا فرض کیا جائے جس میں قلیل ضعف ہو تو وہ حدیث حسن لغیرہ کے درجہ تک ترقی کر جائے گی“۔

مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا، وہ یہ ہے: یہاں جو ثابت کیا گیا اور لکھا گیا، اس کا ماحصل ہمارے نفیس اضافات کے ساتھ یہ ہے کہ موضوع کسی چیز کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور اس کا عیب کبھی ختم نہیں ہوتا ہے، اگر چہ اس کی سندیں بہت زیادہ ہوں، اس لیے کہ شر کی زیادتی شر میں شر ہی کا اضافہ کرتی ہے، نیز موضوع معدوم کی منزل میں ہے اور معدوم نہ قوت دیتا ہے، نہ قوت پاتا ہے۔

اور حافظ عسقلانی سمیت علما کی ایک جماعت کے یہاں موضوع وہ ہے جو کاذبین کی روایت سے مروی ہو، اور حافظ سیوطی سمیت دیگر علما کے یہاں موضوع وہ ہے جو متہمین بالکذب کی روایت سے آئے اور امام شمس سخاوی نے مابعد کے بیان میں ان دونوں کو شدید ضعیف کے مساوی قرار دیا، کیوں وضع مقررہ قرائن ہی سے ثابت ہوتا ہے، اگر اس میں کذاب اور وضاع (حدیث گڑھنے والا) متفرد ہو جیسا کہ امام سخاوی نے اسی کتاب (فتح المغیث) میں تصریح فرمائی اور یہی میرے نزدیک قوی مذہب اور درستگی کے زیادہ قریب ہے۔

لیکن کذب اور تہمت کذب کے علاوہ شدید ضعف جو حدیث کو مقام اعتبار سے خارج کر دے جیسے راوی کا کثیر الغلط ہونا تو اس حدیث پر فضائل میں عمل ہوگا، جیسا کہ جمہور علما کے کلام کا مفہوم ہے اور یہ موقف دلیل اور قواعد کے موافق ہے، (لیکن) حافظ عسقلانی کی ایک روایت اور ان کے متبعین مثلاً امام سخاوی کے یہاں ایسا نہیں (یعنی شدید ضعیف پر فضائل میں علی الاطلاق عمل نہ ہوگا)، مگر جب شدید ضعیف کی درجہ اعتبار سے فروتر کثیر سندیں ہوں تو اس وقت ان سندوں کا مجموعہ ایک صالح سند کی طرح ہوگا اور فضائل میں اس پر عمل ہوگا، لیکن احکام میں ان احادیث سے استدلال نہ کیا جائے گا اور نہ حدیث ان اسانید ساقطہ کے سبب حسن لغیرہ کے رتبہ کو پہنچے گی، مگر جب کثیر ساقط سندوں کے ساتھ اعتبار کے لائق کسی دوسری سند سے قوت پا جائے تو ان کا مجموعہ دو ضعیف صالح قوت یافتہ حدیثوں کی طرح ہوگا، پس اس وقت حسن لغیرہ کے رتبہ کو پہنچ جائے گی اور احکام میں حجت ہوگی۔

یا تو مطلقاً جیسا کہ مصنف یعنی محدث زین الدین عراقی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ) کے کلام کا ظاہری مفہوم ہے، یا ایک صالح سند کے قائم مقام کثیر قاصر اسانید کے ساتھ متعدد صالح جابرات کی شرط کے ساتھ، جیسا کہ امام سخاوی نے امام نووی و دیگر علما کے قول میں واقع لفظ ''کثرۃ'' سے سمجھا، ہمارے اختلاف کے ساتھ جو کہ نزہۃ النظر اور نخبۃ الفکر میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے قول سے تائید یافتہ ہے جو ایک جابر کو کافی بتانے والی ہیں،

ساتھ ہی جائز ہے کہ امام نووی کے کلام میں ''کثرۃ'' مطلقاً تعدد کے معنی میں ہو، اور یہی اس کے موافق ہے جو مختلف مقام میں ان کا طریقہ دیکھا۔

اور ضعف قلیل کے ساتھ ضعیف حدیث فضائل میں تنہا معمول بہ ہے یعنی جب تک کہ وہ محل اعتبار سے ساقط نہ ہو، اگر چہ منجبر نہ ہو، پس اگر انجبار ہو جائے، اگر چہ ایک ہی سند سے تو حدیث حسن لغیرہ ہو جائے گی اور احکام میں مستدل بہ ہوگی ان تفاصیل کے مطابق جو ہم نے جابر کے بیان میں بیان کیا، پس یہ ضعیف کی قسمیں ہیں، لیکن جس حدیث میں درجہ صحیح سے صرف ضبط راوی میں کمی ہو کہ یہ کمی درجہ غفلت تک نہ ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے جس سے احکام میں تنہا استدلال کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اگر اسی کی مماثل سند ہو، اگر چہ ایک ہو، وہ صحیح لغیرہ ہو جائے گی، یا اس سے کم درجہ کی جابر حدیث اس سے مل جائے تو صحیح لغیرہ نہ ہوگی ، مگر یہ کہ وہ کثیر ہوں (تو وہ صحیح لغیرہ ہو جائے گی) میرا لکھا ہوا حاشیہ تلخیص کے ساتھ تمام ہوا۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کی عبارت میں تعدد جابرات کی قید نے ظاہر کر دیا کہ شدید ضعیف کا احکام میں کسی طرح بھی دخل نہیں، کیوں کہ متعدد صالح جابر خود حسن لغیرہ حدیث ہو گئی، پھر اس شدید ضعیف حدیث کی کیا ضرورت باقی رہی؟ پس وہی ثابت ہوا کہ جو جابر (قوت دینے والی) ہونے کے قابل ہے، وہ منجبر (قوت پانے والی) ہوتی ہے اور جو جابر ہونے کے قابل نہیں، وہ منجبر نہیں ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب ہفتم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

حدیث کے موضوع ہونے کے اسباب

حدیث کے موضوع ہونے کے چند قرائن منیر العینین کے حوالہ سے درج ذیل ہیں:

(1) روایت کا مضمون قرآن عظیم (2) یا سنت متواترہ (3) یا اجماع قطعی قطعی الدلالۃ (4) یا عقل صحیح (5) یا حسن صحیح (6) یا تاریخ یقینی کا ایسا مخالف ہو کہ تاویل وتطبیق کا احتمال نہ رہے۔

(7) یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور اقدس نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(8) ایک جماعت جس کی تعداد حد تواتر کو پہنچ جائے اور اس میں کذب کا احتمال یا ایک دوسرے کی تقلید کا احتمال نہ رہے، اس کے کذب کی گواہی مستنداً الی الحس دے۔

(یعنی متواتر حدیث کے کاذب ہونے کی بات کسی روایت میں ہو تو وہ موضوع ہے)

(9) خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا کہیں اس کا پتہ نہ ہو۔

(10) کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدۂ بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس کی وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ ہو۔

(11) لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ حضور اقدس نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں، یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(12) ناقل رافضی ہو، اور فضائل اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں وہ

باتیں روایت کرے جواس کے غیر سے مروی نہ ہوجیسے حدیث (لَحْمُکَ لَحْمِیْ وَدَمُکَ دَمِیْ) اسی طرح نواصب کی وہ روایتیں جوحضرت امیر معاویہ وحضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب وفضائل کے بیان میں ہوں۔نواصب کے علاوہ دیگر راویان حدیث سے وہ روایتیں نہ آئی ہوں۔روافض نے فضائل حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا واہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں قریباً تین لاکھ حدیثیں گڑھیں اورنواصب نے فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں وضع کیں۔

(13) قرائن حالیہ گواہی دیں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یاغضب وغیرہ کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کی ہے جیسے حدیث مسابقہ میں جناح کا اضافہ اورحدیث ذم معلمین اطفال۔

(14) تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اوراس کا کہیں پتہ نہ چلے۔یہ صرف اجلہ حفاظ وائمہ حدیث کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم ہے۔

(15) راوی خود اقرار وضع کرے،خواہ صراحۃً یاایسی بات کہے جواقرار کی منزل میں ہو،مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ دعویٰ سماع کے ساتھ روایت کرے،پھراس کی تاریخ وفات وہ بیان کرے کہ شیخ سے راوی کی سماعت معقول نہ ہو۔(ماخوذاز:منیرالعینین فی حکم تقبیل الابہامین:فتاویٰ رضویہ:جلددوم:ص442-443-دارالعلوم امجدیہ کراچی)

مرقومہ بالاقرائن واسباب سے حدیث کا موضوع ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ان صورتوں میں سے اگرکوئی صورت موجود نہ ہوتو پھرکلمات علما تین طرز پر ہیں۔(ماخوذازمنیرالعینین)

موضوع سے متعلق مذہب اول

انکارمحض یعنی امورمذکورہ میں سے کوئی امرنہ پایاجائے تووضع حدیث کاحکم عائد نہ ہوگا،اگرچہ راوی کذاب اوروضاع(جھوٹا اورحدیث گڑھنے والا)ہی کیوں نہ ہو۔

(1) امام شمس الدین سخاوی شافعی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے رقم فرمایا: (تفرد الكذاب بل الوضاع ولو كان بعد الاستسقاء فى التفتيش من حافظ متبحر تام الاستقراء غير مستلزم لذلک-بل لا بد معه من انضمام شئ مما سيأتى)

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث: جلداول:ص255)

ترجمہ: اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل ومحیط ہو جو تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور با ایں ہمہ حدیث کا پتہ ایک راوی کذاب، بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے، تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی ہے، جب تک کہ امور مذکورہ سے کوئی امر پایا نہ جائے۔

(2) ملا علی قاری (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا: (ومنها احاديث اتخاذ الدجاج، ليس فيها حديث صحيح كحديث: (الدجاج غنم فقراء امتى) وحديث امر الفقراء باتخاذ الدجاج والاغنياء باتخاذ الغنم- قلت: رواه ابن ماجة من حديث ابى هريرة ان النبى صلى الله عليه وسلم امر الاغنياء باتخاذ الغنم واما الفقراء باتخاذ الدجاج-وقال عند اتخاذ الاغنياء الدجاج ياذن الله بهلاک القرىٰ-قال الدميرى: وفى اسناده على بن عروة الدمشقى-قال ابن حبان: كان يضع الحديث-اقول: والظاهر ان الحديث ضعيف لا موضوع وقد شرحت معناه فى: (بهجة الانسان فى مهجة الحيوان)

(الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: جلداول:ص471)

ترجمہ: انہیں میں سے مرغ کو اختیار کرنے کی حدیث ہے۔ اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے جیسے حدیث: (مرغ ہماری امت کے فقرا کی بکری ہے) اور حدیث: فقرا کو مرغ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور مال داروں کو بکری اختیار کرنے کا۔

ملاعلی قاری نے فرمایا: اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال داروں کو بکری اختیار کرنے اور فقرا کو مرغ اختیار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ مال داروں کے مرغ اختیار کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ گاؤں کو ہلاک کرنے کا حکم فرماتا ہے۔امام دمیری شافعی نے فرمایا: اور اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے۔محدث ابن حبان نے فرمایا: وہ حدیث وضع کرتا تھا۔

ملاعلی قاری حنفی نے فرمایا: ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف ہے، موضوع نہیں ہے اور میں نے اس کے معنی کی شرح ''بہجۃ الانسان فی مہجۃ الحیوان'' میں کر دی ہے۔

(3) امام جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا: (**عن ابی عقال عن انس مرفوعًا: عسقلان احد العروسین یبعث اللّٰہ منها یوم القیامۃ سبعین الفًا ،لا حساب علیهم-ویبعث منها خمسین الفًا شهداء وفود الی اللّٰہ-وبها صفوف الشهداء-رؤسهم مقطعۃ فی ایدیهم تثج اوداجهم دمًا - یقولون:**

(ربنا واٰتنا ما وعدتنا علٰی رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد)فیقول:(صدق عبیدی-اغسلو هم بنهر البیضۃ)فیخرجون منها نقیابیضًا فیسرحون فی الجنۃ حیث شاؤوا.

ابو عقال هلال بن زید یروی عن انس اشیاء موضوعۃ-قلت:قال الحافظ ابن الحجر فی"القول المسدد"هذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط-ولیس فیه ما یحیل الشرع ولا العقل-فالحکم علیه بالبطلان بمجرد کونه من روایۃ ابی عقال لا یتجه-و طریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی احادیث الفضائل،دون احادیث الاحکام-وقد وجد له شاهد من حدیث ابن عمر-اسناده اصلح من طریق ابی عقال)

(اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ: جلد اول: ص 421)

ترجمہ: حضرت ابوعقال نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی: عسقلان دودلہنوں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل وہاں سے قیامت کے دن ستر ہزار کو اٹھائے گا جن پر کوئی حساب نہیں اور وہاں سے اللہ تعالیٰ پچاس ہزار شہدا، بارگاہ الٰہی کے وفد کے طور پر اٹھائے گا اور ان میں شہدا کی صفیں ایسی ہوں گی کہ ان کے سران کے ہاتھ میں ہوں گے، ان کی گردنیں خون بہا رہی ہوں گی۔ وہ عرض کررہے ہوں گے:

اے ہمارے رب! ہمیں وہ عطا فرما جو تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ فرمایا اور ہمیں قیامت کے دن ذلت میں نہ ڈال۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں فرماتا، پس رب تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندوں نے سچ کہا۔ انہیں نہر بیضہ میں نہلاؤ، پس وہ لوگ اس نہر سے صاف ستھرے سفید ہوکر نکلیں گے، پھر جنت میں جہاں چاہیں گے، سیر کریں گے۔

ابوعقال ہلال بن زید حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوع احادیث روایت کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے بیان کیا: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے ''القول المسدد فی الذب عن مسند احمد'' میں فرمایا: یہ حدیث فضائل اعمال میں ہے اور جہاد پر ابھارنے سے متعلق ہے اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے عقل یا شریعت محال جانے، پس صرف ابوعقال کی روایت کے سبب اس پر بطلان کا حکم لگانا درست نہیں اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ احادیث احکام کے علاوہ فضائل اعمال کی احادیث میں نرمی اختیار کرنا مشہور ہے اور اس حدیث کے لیے حدیث ابن عمر شاہد ہے۔ اس کی سند ابوعقال کی سند سے بہتر ہے۔

موضوع سے متعلق مذہب دوم

کذاب یا وضاع جس سے عمداً حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان وافترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے شخص کی حدیث کو موضوع کہا جائے گا اور یہ بھی

بطریق ظن، نہ کہ بطریق قطع ویقین، کیوں کہ جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہ ہو تو اس کی حدیث موضوع نہیں، اگر چہ وہ متہم بالکذب و متہم بالوضع ہو۔

(1) امام ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:(**الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنه ما لم یقله صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم متعمدًا لذلک-او تهمته بذلک-الاول هو الموضوع والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب،لا بالقطع-اذ قد یصدق الکذب-والثانی هو المتروک**) (نخبۃ الفکر: بحث اسباب الطعن)

ترجمہ: طعن یا تو راوی کے کذب کی وجہ سے ہوگا، بایں طور کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قصداً وہ روایت کرے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ہو ، یا اس پر جھوٹ کی تہمت ہو۔ اول موضوع ہے اور اس پر موضوع ہونے کا حکم ظن غالب کے طور پر ہے، یقینی طور پر نہیں، اس لیے کہ جھوٹا کبھی سچ بولتا ہے اور دوسری قسم متروک ہے۔

(2) ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا:(**الموضوع هو الحدیث الذی فیه الطعن بکذب الراوی**) (شرح نخبۃ الفکر للقاری: جلد اول:ص 435-دار الارقم بیروت)

ترجمہ: موضوع وہ حدیث ہے جس میں راوی کے کذب کی وجہ سے طعن ہو۔

یعنی راوی کاذب ہو، پس اس کی روایت موضوع مانی جائے گی۔

(3) علامہ زرقانی مالکی مصری (۱۰۵۵ھ-۱۱۲۲ھ) نے رقم فرمایا:(**احادیث الدیک حکم ابن الجوزی بوضعها ورد علیه الحافظ بما حاصله انه لم یتبین له الحکم بوضعها-اذ لیس فیها وضاع ولا کذاب-نعم هو ضعیف من جمیع طرقه**) (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: المقصد الثانی: آخر الفصل التاسع)

ترجمہ: مرغ سے متعلق احادیث کو محدث عبد الرحمٰن ابن جوزی (۵۰۸ھ-۵۹۷ھ) نے موضوع قرار دیا اور امام سیوطی نے اس کا رد کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محدث ابن جوزی

حنبلی کوان کے موضوع ہونے کاحکم ظاہر نہ ہوا،اس لیے کہ ان احادیث میں کوئی حدیث گڑھنے والااورجھوٹانہیں ہے۔ہاں،وہ اپنی تمام سندوں کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

(4)امام جلال الدین سیوطی(۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا:(**قال الزرکشی فی تخریج احادیث الرافعی:اخطأ ابن الجوزی بذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات-اذ لا یلزم من الجھل بحال الراوی ان یکون حدیثہ موضوعا**)(اللآ لی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ: جلداول:ص100)

ترجمہ:امام زرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے امام رافعی کبیر شافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) کی کتاب العزیز کی تخریج احادیث میں فرمایا:محدث عبدالرحمٰن ابن جوزی حنبلی (۵۰۸ھ-۵۹۷ھ) نے اس حدیث کوموضوعات میں ذکرکر کے خطا کی ،اس لیے کہ راوی کے حال کی جہالت سے حدیث کا موضوع ہونالازم نہیں آتا ہے۔

موضوع سے متعلق مذہب سوم

بہت سے علمائے اسلام کا مذہب ہے کہ راوی کذب سے مطعون ہو، یا اتہام کذب سے مطعون ہوتوان دونوں صورتوں میں اس کی مروی حدیث موضوع قرار پائے گی۔

(1)امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا:(**لوثبتت جھالتہ،لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعًا ما لم یکن فی اسنادہ من یتھم بالوضع**)

(اللآ لی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ: جلددوم:ص37)

ترجمہ:اگر چہ اس کی جہالت ثابت ہے،(لیکن)جب تک کہ اس کی سند میں متہم بالکذب نہ ہو،اس حدیث کا موضوع ہونالازم نہیں آتا ہے۔

(2)امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا:(**قال الشیخ بدرالدین الزرکشی فی نکتہ علٰی ابن الصلاح :بین قولنا(لم یصح)وقولنا(موضوع)**

بون كبير–وسليمٰن بن ارقم ،وان كان متروكا،فلم يتهم بكذب ولا وضع)

(اللآ لی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ: جلداول:ص18)

ترجمہ: امام بدرالدین زرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے ''النکت علی ابن الصلاح'' میں فرمایا: ہمارے قول ''صحیح نہیں ہے'' اور ہمارے قول ''موضوع ہے'' میں بہت فرق ہے اور سلیمان بن ارقم ،اگر چہ متروک ہے،لیکن وہ کذب اور وضع سے متہم نہیں ہے۔

(3)امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا: (قلت: في الحكم بوضعه نظر–فان الفضل لم يتهم بكذب واكثر ما عيب عليه الندرة)

(اللآ لی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ: جلداول:ص19)

ترجمہ: اس حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں اعتراض ہے،اس لیے کہ فضل متہم بالکذب نہیں ہے اور زیادہ اس پر ندرت کا عیب لگایا گیا ہے۔

موضوع سے متعلق مذاہب ثلاثہ کا خلاصہ

علمائے محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر حدیث مذکورۃ الصدر امور پانزدہ سے خالی ہو،اور اس حدیث کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہوتو وہ حدیث موضوع قرار نہیں دی جاسکتی ہے۔اختلاف صرف اس میں ہے کہ بعض محدثین متہم بالکذب کی حدیث کوبھی موضوع کہتے ہیں اور اکثر حضرات صرف کاذب (قصداً حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے والا-اسی کوحدیث وضع کرنے والا بھی کہا جاتا ہے) کی حدیث کوموضوع قرار دیتے ہیں۔

موضوع اور ضعیف میں خاص سند کا اعتبار

حدیث کے موضوع یا ضعیف ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ کسی خاص سند کے اعتبار سے حدیث موضوع یا ضعیف ہے۔اس حدیث کا من کل الوجوہ موضوع وضعیف ہونا لازم نہیں آتا ہے۔کسی دوسری سند کے اعتبار سے وہی حدیث صحیح بھی ہوسکتی ہے۔

وہابیہ اہل سنت وجماعت کوفریب میں مبتلا کردیتے ہیں۔علمائے کرام کی نسل جدید احادیث کی جانب متوجہ ہو،تاکہ سلفیوں کی فریب بازی کی بیخ کنی آسان تر ہوجائے۔

(1)امام ابن حجر عسقلانی شافعی نے رقم فرمایا:(**ابراهيم بن موسى المروزى عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالٰى عنهما-حديث طلب العلم فريضة-قال احمد بن حنبل:هذا كذب- يعنى بهذا الاسناد والا فالمتن له طرق ضعيفة**)(لسان المیزان:جلد اول:ص371)

ترجمہ:حدیث(**طلب العلم فريضة**) کے بارے میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:یہ جھوٹی ہے،یعنی اس سند سے،ورنہ متن کے لیے ضعیف سندیں ہیں۔

(2)ملا علی قاری حنفی نے تحریر فرمایا:(**ثم ما اختلفوا فى انه موضوع-تركت للحذر من الخطر لاحتمال ان يكون موضوعًا من طريق وصحيحًا من وجه اٰخر-فان هذا كله بحسب ما يظهر للمحدثين من حيث نظرهم الى الاسناد-والا فلا مطمع للقطع فى مقام الاستناد لتجويز العقل ان يكون الصحيح فى نفس الامر ضعيفًا او موضوعًا-والموضوع صحيحًا مرفوعًا -الا الحديث المتواتر فانه فى افادة العلم اليقينى يكون مقطوعًا**)

(الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ:جلد اول:ص73)

ترجمہ:پھر جس حدیث کے موضوع ہونے کے بارے میں علما کا اختلاف ہے،میں نے اسے اس خوف سے ترک کردیا کہ کسی سند سے موضوع ہو،اور کسی دوسری سند سے صحیح ہو، اس لیے کہ یہ تمام اس اعتبار سے ہے جو محدثین کے لیے سند پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے، ورنہ استدلال کے مقام میں یقین کی کوئی صورت نہیں ہے،اس لیے کہ عقل جائز قرار دیتی ہے کہ صحیح حدیث نفس الامر میں ضعیف یا موضوع ہو،اور موضوع روایت صحیح مرفوع ہو، مگر حدیث متواتر کہ وہ علم یقینی کا افادہ کرنے میں یقینی ہے۔

(3)امام جلال الدین سیوطی نے رقم فرمایا:(عن ابی الزبیر عن جابر قال:اتٰی رجل الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال:ان امرأتی لا تدفع ید لامس- قال:طلقها-قال:انی احبها-قال:استمتع بها)

لا اصل له-قلت:سئل الحافظ ابن حجر عن هذا الحدیث فاجاب بانه حسن صحیح- قال:ولم یصب من قال انه موضوع-وقد اخرجه ابو داؤد فی سننه)(اللآ لی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ:جلددوم:ص145)

ترجمہ:حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس سیدالبشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے ،پس انہوں نے عرض کیا: میری بیوی کسی پکڑنے والے کے ہاتھ کوروکتی نہیں ہے۔حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اسے طلاق دے دو۔انہوں نے عرض کیا: میں اس سے محبت کرتا ہوں ۔حضوراقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:تم اس سے فائدہ حاصل کرو۔

(محدث ابوبکر خلال حنبلی(م۳۱۱ھ) نے فرمایا)اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ۔امام سیوطی نے فرمایا: حافظ ابن حجرعسقلانی سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیاتو آپ نے جواب دیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اورجس نے اس حدیث کوموضوع کہا،اس نے درست نہیں کہااورامام ابوداؤد نے سنن ابی داؤد میں اس کی تخریج کی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند سے کی۔(سنن النسائی:باب ماجاء فی الخلع)

(4)امام جلال الدین سیوطی شافعی نے تحریرفرمایا:(وقد قال الحافظ شمس الدین الذهبی فی مختصر السنن:اسناده صالح-وسئل عنه احمد فیما حکاه الخلال-فقال:لیس له اصل-ولا یثبت عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم.

قال الحافظ ابن حجر:فلوانضمت هذه الطرق الٰی ما تقد م من

طریق ابن عباس-لم یتوقف المحدث عن الحکم بصحة الحدیث-ولا یلتفت الیٰ ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکرھذا الحدیث فی الموضوعات-ولم یذکر من طرقه الا الطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیرعن جابر واعتمد فی بطلانه علیٰ ما نقله الخلال عن احمد -فابان ذلک عن قلة اطلاع ابن الجوزی وغلبة التقلید علیه حتّٰی حکم بوضع الحدیث بمجرد ما جاء عن امامه-ولو عرضت ھذه الطرق علیٰ امامه-لاعترف ان للحدیث اصلًا ولکنه لم تقع له-فلذلک لم اَرَ لَهٗ فی مسنده ولا فیما یروی عنه ذکرًا اصلًا -لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوی ما سأله عنه الخلال-وھو معذور فی جوابه بالنسبة لتلک الطرق بخصوصھا-انتھیٰ کلام الحافظ ابن حجر)

(اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ: جلد دوم:ص146)

ترجمہ:شمس الدین ذہبی شافعی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے اپنی مختصر سنن میں کہا:

اس حدیث کی اسناد صالح ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا، جیسا کہ محدث ابوبکر خلال حنبلی بغدادی (م ۳۱۱ھ) نے روایت کیا ہے، پس انہوں نے فرمایا: اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: پس اگر ان سندوں کو ماقبل کی سند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منضم کر دیا جائے تو محدث صحت کا حکم لگانے میں توقف نہ کرے گا اور اس کی طرف التفات نہ کیا جائے جو محدث عبد الرحمٰن ابن جوزی حنبلی (۵۰۸ھ-۵۹۷ھ) سے واقع ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا اور اس کی صرف محدث خلال کی سند یعنی عن ابی الزبیر عن جابر کو ذکر کیا اور اس حدیث کے بطلان میں اس پر اعتماد کیا جو محدث

خلال نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا، پس ظاہر ہو گیا کہ یہ محدث ابن جوزی حنبلی کی قلت اطلاع اور غلبہ تقلید کی وجہ سے صادر ہوا، یہاں تک کہ حدیث کے موضوع ہونے کا حکم صرف اس وجہ سے کر دیا جو ان کے امام (امام احمد بن حنبل) سے مروی ہوا۔

اور اگر ان کے امام (امام احمد بن حنبل) پر یہ سندیں پیش کی جاتیں تو ضرور اعتراف فرما لیتے کہ اس حدیث کی کوئی اصل ہے، لیکن ان کو یہ سندیں نہ مل سکیں، اسی لیے میں نے ان کی مسند میں اس حدیث کو نہ پایا اور ان کی مرویات میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، نہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند سے، نہ ہی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے، اس سند کو چھوڑ کر جو محدث خلال بغدادی حنبلی نے ان سے روایت کیا اور خاص کر ان سندوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہ اپنے جواب میں معذور ہیں۔

(5) حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن محمد زیلعی حنفی (م۷۶۲ھ) نے رقم فرمایا:

(عن حسین المعلم عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان امرأة اتت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومعها ابنة لها–وفی ید ابنتها مَسْکَتَانِ غَلِیْظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ–فَقَالَ لَهَا: اَ تُعْطِیْنَ زَکَاةَ هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا–قَالَ: اَ یَسُرُّکِ اَنْ یُسَوِّرَکِ اللّٰهُ بِهِمَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ سِوَارًا مِنَ النَّارِ؟ قال: فَخَلَعَتْهُمَا فَاَلْقَتْهُمَا اِلَی النَّبِیِّ علیه السلام–وَقَالَتْ: هُمَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ–انتهی–قال ابن القطان فی کتابه: اسناده صحیح–وقال المنذری فی مختصره: اسناده لا مقال فیه)

(نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ: جلد دوم: ص370)

ترجمہ: ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی اور اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے دو کڑے تھے، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم اس کی زکات ادا کرتی ہے؟ وہ بولیں: نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تجھے پسند ہے

کہ اللہ تعالیٰ ان کڑوں کے بدلے تجھے قیامت کے دن آگ کا کڑا پہنائے؟ راوی نے کہا: پس وہ ان دونوں کڑوں کو اتار کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رکھ دیں اور بولیں: یہ دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لیے ہیں۔

امام ابوالحسن ابن قطان (۵۶۲ھ-۶۲۸ھ) نے اپنی کتاب میں فرمایا: اس کی سند صحیح ہے اور امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری (۵۸۱ھ-۶۵۶ھ) نے اپنی مختصر میں فرمایا: اس کی سند میں کوئی اعتراض نہیں۔

(6) حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن محمد زیلعی حنفی (م۷۶۲ھ) نے رقم فرمایا:

(اخرجه الترمذی عن ابن لهيعة عن عمروبن شعيب عن ابيه عن جده قال:اتت امرئتان رسولَ اللّٰه صلى الله عليه وسلم وفى ايديهما سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ-فقال لهما:اَ تُؤَدِّيَانِ زَكَاةَ هٰذَا؟ قَالَتَا:لَا-فَقَالَ:اَ تُحِبَّانِ اَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟قَالَتَا:لَا-قَالَ:فَاَدِّيَا زَكَاتَهُ-انتهٰى.

قال الترمذى:ورواه المثنّى بن الصَّبَّاح عن عمرو بن شعيب نحوهذا -وابن لهيعة والمثنى بن الصباح يُضَعَّفَانِ فى الحديث-ولا يصح فى هذا الباب عن النبى صلى الله عليه وسلم شئ-انتهٰى

قال المنذرى:لعل الترمذى قصد الطريقين اللذين ذكرهما-والا فطريق ابى داؤد لامقال فيها-انتهٰى-وقال ابن القطان بعد تصحيحه لحديث ابى داؤد-وانما ضعف الترمذى هذا الحديث لان عنده فيه ضعيفين،ابن لهيعة والمثنى بن الصباح-انتهٰى) (نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ: جلد دوم: ص370-مؤسسۃ الریان بیروت)

ترجمہ: امام ترمذی نے ابن لہیعہ کی سند سے روایت کی: دو عورتیں حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان دونوں کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے

تھے، پس حضوراقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں سے دریافت فرمایا:تم دونوں اس کی زکات ادا کرتی ہو؟ان دونوں نے عرض کیا:نہیں، پس حضوراقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیاتم دونوں پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اس کے بدلے تمہیں آگ کے کڑے پہنائے؟ ان دونوں نے عرض کیا:نہیں۔حضوراقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: پس تم دونوں اس کی زکات ادا کرو۔

امام ترمذی نے فرمایا:اس حدیث کو مثنّٰی بن صباح نے حضرت عمروبن شعیب کی سند سے روایت کیااورابن لہیعہ اور مثنّٰی بن صباح دونوں حدیث میں ضعیف ہیں اوراس باب میں حضوراقدس تاجدارکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔

امام منذری نے فرمایا: شاید امام ترمذی نے اپنی مذکورہ دونوں سندیں مرادلیں،ورنہ امام ابوداؤد کی سند میں کوئی اعتراض نہیں ہے اورمحدث ابن قطان نے امام ابوداؤد کی حدیث کی تصحیح کے بعدفرمایا:امام ترمذی نے اس حدیث کوضعیف کہا،کیوں کہ ان کے یہاں اس میں دوضعیف راوی ابن لہیعہ اور مثنّٰی بن صباح ہیں۔

محدث ابن قطان کے قول سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی نے اپنی سندوں کے اعتبار سے اس حدیث کوضعیف قراردیاہے، پس دوسری سند کے اعتبار سے یہ صحیح یاحسن ہوسکتی ہے۔

حدیث موضوع کامفہوم ومعنی

حدیث موضوع کا معنی کبھی قرآن وحدیث کے موافق ہوتاہے،اگرچہ باعتبارسندوہ موضوع ہو، پس مضمون حدیث کا موافق قرآن وحدیث ہوناصحت حدیث کی دلیل نہیں۔

ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(اعلم انه قد یکون الحدیث موضوعًا بحسب المبنٰی وان کان صحیحًا مطابقًا للکتاب والسنة بحسب المعنٰی)(الاسرارالمرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: جلداول:ص74)

ترجمہ: جان لو کہ حدیث کبھی مبنیٰ (سند) کے اعتبار سے موضوع ہوتی ہے اور معنی کے اعتبار سے صحیح اور قرآن وحدیث کے موافق ہوتی ہے۔

مذہب محدثین ومسلک فقہائے دین

اگر محدث کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہے تو خاص ایک یا چند سند کے اعتبار سے یہ حکم ہوگا اور اگر فقیہ کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہے تو یہ حکم اصل متن کے لیے ہوگا۔

امام تقی الدین سبکی شافعی (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) نے رقم فرمایا: (**مما یجب ان یتنبه له ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث–بخلاف اطلاق الفقیه ان الحدیث موضوع فانه حکم علی المتن من حیث الجملة**) (شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام: ص29-مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

ترجمہ: اس سے آگاہ ہونا ضروری ہے کہ محدثین کرام کا منکر وغریب کہنا کبھی اس سند کے اعتبار سے ہوتا ہے، پس اس سے متن حدیث کا رد کرنا لازم نہیں آتا ہے، برخلاف فقیہ کا کہنا کہ حدیث موضوع ہے تو یہ مجموعی طور پر متن پر حکم ہے۔

حدیث موضوع پر عدم عمل کا معنی

حدیث موضوع میں جو مضمون بیان کیا جائے، اگر وہ قواعد شرع کے موافق ہو تو اس پر عمل ہوگا، اس لیے کہ وہ قواعد شرعیہ کے موافق ہے اور اگر قواعد شرع کے مخالف ہو تو عمل نہیں ہوگا اور یہاں عمل یا عدم عمل کا تعلق قواعد شرعیہ کی موافقت یا مخالفت کے اعتبار سے ہوگا۔

حدیث موضوع پر عمل نہیں کیا جائے گا، نہ ہی حدیث موضوع میں کسی امر کا بیان ہو جانے سے وہ امر ممنوع قرار پائے گا، کیوں کہ حدیث موضوع عدم کی منزل میں ہے، پس اصل کی جانب رجوع ہوگا۔ قواعد شرع کی موافقت ومخالفت کے اعتبار سے حکم وارد ہوگا۔

(1) امام طحطاوی نے(اما الموضوع فلا یجوز العمل به بحال) کے تحت فرمایا:(ای حیث کان مخالفًا لقواعد الشریعة-واما اذا کان داخلًا فی اصل عام فلا مانع منه-لا لجعله حدیثًا-بل لدخوله تحت الاصل العام)

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جلد اول:ص75-دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: حدیث موضوع پر کسی صورت میں عمل کرنا جائز نہیں، یعنی جب وہ قواعد شرعیہ کے مخالف ہو، لیکن جب کسی اصل عام کے تحت داخل ہو تو اس پر عمل سے کوئی مانع نہیں ہے، موضوع کو (قابل عمل) حدیث بنا کر نہیں، بلکہ اس کے قاعدۂ عامہ کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے۔

(2) ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا:(احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلها باطلة)(الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ:ص479)

ترجمہ: اعضائے وضو (دھلنے) کے وقت اذکار وادعیہ کی تمام حدیثیں باطل ہیں۔

(3) ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:(ثم اعلم انه لا یلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی اللّٰہ علیه وسلم ان تکون مکروهة او بدعة مذمومة-بل انها مستحبة-استحبها العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام)

(الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ:ص480)

ترجمہ: اعضائے وضو (دھلنے) کے وقت اذکار وادعیہ کی تمام حدیثیں باطل ہیں، پھر جان لو کہ اذکار وضو کے حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غیر ثابت ہونے سے ان کا مکروہ یا بدعت مذمومہ ہونا لازم نہیں آتا ہے، بلکہ وہ اذکار مستحب ہیں۔ ہر عضو کے لیے مقام کے مناسب دعا کی وجہ سے اکابر علما اور مشائخ عظام نے انہیں پسند فرمایا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

عہد حاضر میں غیر مقلدین (اہل حدیث/سلفی) نے مسلک اہل سنت وجماعت کے خلاف ایک تحریک برپا کر رکھی ہے کہ حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی فقہا، بلکہ حضرات مجتہدین اربعہ علیہم الرحمۃ والرضوان بھی احادیث ضعیفہ پر عمل کرتے ہیں، لہٰذا فقہ اربعہ نا قابل عمل ہے۔

رسالہ حاضرہ کے مضامین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ-۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کے درج ذیل رسائل وکتب سے ماخوذ ہیں۔

(1) منیر العینین فی حکم تقبیل الابہامین (2) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین

(3) الہاد الکاف فی حکم الضعاف (4) الفضل الموہبی فی معنیٰ اذا صح الحدیث فہو مذہبی

حسب ضرورت اسلاف کرام کی کتب ورسائل سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

حدیث ضعیف اور حدیث موضوع میں فرق ہے۔ موضوع حدیث ہی نہیں ہے۔

حضرات ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان کبھی کسی وجہ سے صحیح حدیث کو ترک کر دیتے ہیں اور ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہیں، یا ایک صحیح حدیث کے بالمقابل دوسری حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ عمل وترک کے اسباب ووجوہات کا علم مجتہدین کو ہوتا ہے۔

غیر مقلدین اگر چہ مجتہد ہونے کے دعویدار ہیں، لیکن دعویٰ کے سبب کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا۔ اگر محض دعویٰ کرنا کافی ہوتا تو ایک مزدور بھی بادشاہ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے، لیکن اس دعویٰ کے باوجود مزدور مزدور ہی رہے گا، وہ بادشاہ نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح غیر مقلد مجتہد ہونے کا لاکھ دعویٰ کر لے، وہ غیر مجتہد ہی رہے گا۔ صدی سوم سے آج تک کوئی مجتہد مطلق نہ ہو سکے، لیکن غیر مقلد جماعت کا ہر فرد خود کو مجتہد تصور کرتا ہے۔ یہ غیر مقلدین کی خوش فہمی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ(بارہ رسائل)

(2)مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟(خلیل بجنوری کے نظریات کارد)

(3)ضروریات دین:تعریفات واقسام(ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4)فرقہ وہابیہ:اقسام واحکام(مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)

(5)تحقیقات وتنقیدات(لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6)اسماعیل دہلوی اوراکابر دیوبند(اسماعیل دہلوی اوراکابر دیوبند کا شرعی حکم)

(7)معبودان کفاراورشرعی احکام(معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام:تین حصے)

(8)مناظراتی مباحث اورعقائد ونظریات(اہل قبلہ کی تکفیر پرتبصرہ)

(9)تاویلات اقوال کلامیہ(کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10)معروضات وتأثرات(رسالہ:"اہل قبلہ کی تکفیر"پرمعروضات:شش حصص)

(11)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر اول)

(12)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر دوم)

(13)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر سوم)

(14)روشن مستقبل کے سنہرے خاکے(دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15)تصاویر حیوانات:اقسام واحکام(کس تصویر کی حرمت پراجماع ہے؟)

(16)عرفانی نظریات کے حساس مقامات(عرفان مذہب ومسلک پرتبصرہ)

(17)ہندودھرم اورپیغمبرواوتار(مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18)ظلم وستم اورحفاظتی تدابیر(بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19)تکفیر دہلوی اورعلمائے اہل سنت وجماعت(دہلوی کی تکفیر فقہی کابیان)

(20)حوالہ دکھاؤ!ایک لاکھ انعام پاؤ!(تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کاازالہ)

(21) تقدیس الوکیل اور علامہ باءصیل (تنقیص نبوی کفر ہے یا زندیقیت؟)

(22) گمراہ محض کا ذبیحہ حلال (بدمذہبوں کے ذبیحہ کے احکام)

(23) وہابیوں سے نکاح ونکاح خوانی (وہابیوں سے نکاح کرنے، وہابیوں سے نکاح پڑھوانے اور وہابیوں ودیوبندیوں کو زکات دینے کے شرعی احکام کا بیان)

(24) باب اعتقادیات کے جدید مغالطے (مسئلہ تکفیر سے متعلق جدید مغالطے)

(25) کفر کلامی اور عدم فہم (ایک وائرل ویڈیو کے مشمولات پر تبصرہ)

(26) جدید عقائد ونظریات (قادیانیوں ودیوبندیوں سے متعلق غلط نظریات کا رد)

(27) حق پرستی اور نفس پرستی (غلط اقوال کی باطل تاویلات کا رد وابطال)

(28) جدید اعتقادی مغالطے (باب اعتقادیات کے جدید مغالطّوں کے جوابات)

(29) علامہ عبد الباری فرنگی محلی کی توبہ (اختلاف، توبہ اور چار توبہ نامہ کا تذکرہ)

(30) بدمذہبوں سے میل جول (بدمذہبوں سے ربط وتعلق وسیاسی اتحاد کے احکام)

(31) کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر (قادیانی وعناصر اربعہ کی عبارتوں کی خبر وعدم تکفیر)

(32) سید احمد رائے بریلوی کا شرعی حکم (رائے بریلوی کی تکفیر فقہی کی بحث)

(33) سکوت دہلوی کا خیالی دعویٰ (اسماعیل دہلوی کے فرضی سکوت کا رد وابطال)

(34) تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال (تکفیر فقہی میں من شک کے استعمال کے شواہد)

(35) حقانیت کی نشانیاں (اہل سنت وجماعت کی حقانیت کی علامتیں اور نشانیاں)

(36) الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ (حسام الحرمین کی جدید تصدیقات)

(37) ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف (انکار پر تکفیر فقہی کا حکم)

(38) قطعیات اربعہ اور ظنیات (قطعیات وظنیات اور اجماعی عقائد کی تشریح)

(39) کفر کلامی اور کفر فقہی (کفر کے اقسام واحکام کا تفصیلی بیان)

(40) عبارات شارح بخاری (فتاویٰ ومقالات کی عبارتوں کی تشریحات)

(41) فقیہ اور اہل نظر فقیہ (فقیہ واہل نظر فقیہ کے اوصاف اور فقہی اختلاف کا حکم)

(42) فتاویٰ رضویہ اور فقہی اختلاف (فتاویٰ رضویہ سے ہر فقیہ کو اختلاف کرنا صحیح نہیں)

(43) اتحاد اہل سنت اور احکام شریعت (اعتقادی مسائل کے حل کی ترغیب)

(44) مسئلہ تکفیر اور تحقیق یا تصدیق (صحیح تکفیر کلامی کی تصدیق کے شرائط کا بیان)

(45) الموت الاحمر اور الزامی جوابات (الموت الاحمر کی متعدد عبارتوں کی تشریح)

(46) لغزش وخطا اور ضد واصرار (بعد فہم کے جدید نظریہ پر معروضات وتاثرات)

(47) دیوبند وسرا واں اور عناصر اربعہ (فرقہ سراویہ کی تلبیسات کا رد وابطال)

(48) اجماع متصل اور ضروریات دین (اجماع متصل اور اجماع مجرد کا بیان)

(49) ضروریات دین کا تعارف (ضروریات دین کی سات تعبیرات وتعریفات)

(50) حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم نبوت سے متعلق حکیم ترمذی کی عبارت پر تبصرہ)

(51) کفر لزومی اور فقہا ومتکلمین (کفر لزومی اور اصحاب تاویل کے احکام کا بیان)

(52) رام بھگتی اور متصوفین ووہابیہ (معبودان ہنود سے متعلق اسلامی احکام کا بیان)

(53) مذہبی شعار اور قومی شعار (کفار اصلی وبدمذہبوں کے مذہبی وقومی شعار کا بیان)

(54) کفار ومرتدین اور جمہوری ممالک (جمہوری ملکوں میں کفار ومرتدین کے احکام)

(55) برصغیر میں نیم رافضیت کا فروغ (عصر حاضر میں نیم رافضیت کا فروغ)

(56) کافر کلامی اور کافر فقہی (کافر کلامی کو کافر فقہی اور گمراہ کہنے کا شرعی حکم)

(57) قطعی مسائل میں ایک حق (قطعیات میں ایک قول کے حق ہونے کا بیان)

(58) نصیر الدین ومذبذبین (نصیر طوسی کی تاویل اور مذبذبین کی تحریف کا بیان)

(59) توبہ کی شہرت کاذبہ (شرعی احکام میں جھوٹی توبہ کا اعتبار نہیں)

(60) تکفیر دہلوی اور الزامی جواب (شہرت توبہ کے ذریعہ الزامی جواب کی بحث)

(61) عقائد اسلامیہ اور تصدیق وتحقیق (بلا استدلال ایمان کے صحیح ہونے کا بیان)

(62) قرآن وحدیث اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: قرآن وحدیث کا بیان)

(63) عقل سلیم اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: عقل سلیم کا بیان)

(64) علم عقائد اور فن کلام: تعلیم اور ضرورت (علم عقائد وکلام کی ضرورت کا بیان)

(65) تخصص فی العقائد: نصاب ونظام (تخصص فی العقائد وعلم کلام کورس کی تفصیل)

(66) تاویل قریب اور تاویل بعید (تاویل قریب، تاویل بعید وتاویل متعذر کا بیان)

(67) ضروریات اہل سنت اور اجماعی عقائد (اجماعی عقائد کا بیان)

(68) تقلید حقیقی اور تقلید عرفی (ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفی کا بیان اور غیر مقلدین کا رد)

(69) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)

(70) عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا ردوابطال)

(71) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)

(72) شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)

(73) امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)

(74) قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ، نماز، حج وزکات کے مسائل)

(75) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)

(76) احادیث وآثار اور مجتہدین اسلام (اذا صح الحدیث فہو مذہبی کی تشریح)

(77) سلفیوں کے اسلاف وائمہ (غیر مقلدین کے مذہبی پیشواؤں کا تذکرہ)

(78) کشف والہام اور تقلید مجتہدین (کشف والہام کے شرعی دلیل نہ ہونے کا بیان)

(79) گمراہ سے نکاح جائز نہیں (گمراہ سے نکاح کے ناجائز ہونے کا بیان)

(80) تعلیم دین اور اطفال مسلمین (دینی تعلیم کی ترغیب اور شرعی احکام کا بیان)

(81) مذاہب اربعہ اور مرجوح اقوال (مرجوح قول پر عمل نہ کرنے کے حکم کا بیان)

(82) ولایت واجتہاد: وہبی یا کسبی؟ (درجہ اجتہاد کے مثل وہبی ہونے کا بیان)

(83) تلخیص رسائل رضویہ (اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے تین رسائل کی تلخیص)

(84) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد وتقلید سے متعلق تفصیلی مباحث)

(85) قیاس واجتہاد اور مجتہدین اسلام (قیاس واجتہاد کے شرائط ولوازم کا بیان)

(86) اجماعی مسائل اور مجتہدین اسلام (اجماعی مسائل سے اختلاف ناجائز ہونے کا ذکر)

(87) دفع الاعتراضات حول المزارات (مزارات سے متعلق وہابیوں کے نظریہ کا ابطال)

(88) الطاری الداری اور علامہ عبد الباری (شبہ کے سبب تکفیر کلامی سے انکار کی بحث)

(89) الملفوظ پر اعتراضات کا محاسبہ (الملفوظ پر دیابنہ کے سوالوں کے جواب)

(90) سلفیوں کا اجتہاد باطل (غیر مقلدین کے عجیب وغریب فقہی مسائل)

(91) احادیث ضعیفہ اور احکام فقہیہ (ضعیف حدیثوں سے فقہی احکام کے ثبوت کا بیان)

متفرق کتب ورسائل

(1) آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)

(2) دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(3) دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(4) مدارس اسلامیہ: نصاب ونظام (مدارس کے نصاب ونظام پر تبصرہ وتجزیہ)

(5) تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)

(6) قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)

(7) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)

(8) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)

(9) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)

(10) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)

(11) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)
(12) تجدید دین ومجددین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)
(13) عشق نبوی کے آداب ووسائل (عشق نبوی کے آداب واسباب کا بیان)
(14) سراج ملت: حیات وخدمات (حضرت سید سراج اظہر نوری کے حالات)
(15) تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی وسیاسی تاریخ)
(16) وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)
(17) امام اعظم اور علم حدیث (علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت کا بیان)
(18) ملک العلما اور صحیح البہاری (صحیح البہاری کا تعارف اور ضرورت)
(19) رفاعی کبیر: فضائل ومناقب (حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے فضائل ومناقب)
(20) فقیہ زین الدین مخدوم شافعی (کیرلا کے مخدومی خاندان کے احوال وخدمات)
(21) شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ (حضرت شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ کے احوال)
(22) اسلامی کلمے اور مسنون دعائیں (اسلامی کلمے، دعائیں ونمازوں کی نیتیں)
(23) جسم اقدس کا انتقال مکانی (روضہ مقدسہ سے جسم نبوی کو منتقل کرنے کی سازش)
(24) مفتی اعظم ہند: حیات وخدمات (حضور مفتی اعظم ہند کے مختصر حالات)
(25) تذکرہ فاتح بہار (سید ابراہیم ملک بیا غازی کے احوال وفضائل)
(26) سید ابوالہاشم: حیات وخدمات (قاری سید ابوالہاشم نالندوی کے احوال)
(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

اعلی حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی
(توپسیا: کلکتہ)